RGED No. P. 67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

و لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

WEEKLY BADR QADIAN

ہفت روزہ

بدر قادیان

جلد ۱۶

شمارہ ۱۱

ایڈیٹر

محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ
سالانہ -/۷ روپے
ششماہی -/۴ روپے
ممالکِ غیر -/۸ روپے

فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے

## اخبار احمدیہ

قادیان ۱۴ ر مارچ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ ۹ ر مارچ کی رپورٹ مظہر ہے کہ حضور انور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

ربوہ ۹ ر مارچ۔ حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی طبیعت گذشتہ دو تین روز سے پھر زیادہ ناسازہ ہو گئی ہے۔ دن کو ٹمپریچر ۱۰۲ کے قریب رہتا ہے اور رات بخار اس سے بھی زیادہ تیز ہو جاتا ہے۔ صبح کے وقت بھی حرارت ۱۰۰ اور ۱۰۱ کے درمیان ہوتی ہے۔ کھانسی بہت ہے۔

احباب خاص توجہ اور التزام سے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیدہ مدظلہا کو اپنے فضل سے صحتِ کاملہ و عاجلہ عطا فرماتے۔ آمین۔

قادیان ۱۴ ر مارچ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔

والحمد للہ

۱۶ ر امان ۱۳۴۶ ہش | ۵ ر ذو الحجہ ۱۳۸۶ ھ | ۱۶ ر مارچ ۱۹۶۷ ء

قسط نمبر ۳

# ابطالِ الوہیتِ مسیح علیہ السلام از روئے بائیبل

از مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل۔ قادیانی

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو بدر ۹ ر فروری ۱۹۶۷ء)

حضرت مسیح علیہ السلام کی خدائی کے اثبات کے لئے پادری برکت اللہ صاحب نے ان کی غیر معمولی پیدائش کو پیش کیا ہے اور میں بتا چکا ہوں کہ قرآن کریم نے اس کا رد آج سے چودہ سو سال قبل کر رکھا ہے جس کا جواب پادریوں سے آج تک نہیں بن سکا۔ قرآن کریم نے بتایا ہے کہ انکی پیدائش غیر معمولی نہیں وہ بن باپ بیشک تھے۔ مگر آدم علیہ السلام بن ماں کے علاوہ بن باپ کے بھی تھے۔ پیدائش کے لحاظ سے اگر ان کو یہ امتیاز حاصل ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کو یہ امتیاز ڈبل حاصل ہے

پادری برکت اللہ صاحب ایم۔اے نے اس پہلو کو ترک کر کے صرف یہ بات لکھی تھی کہ آدم کے وقت خدا تعالیٰ کو بن ماں باپ پیدا کرنے کے لئے مجبوری تھی لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے کوئی مجبوری نہ تھی۔ مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ مجبوری کا ذکر ان کو کچھ بھی مفید نہیں۔ کیونکہ کسی بات کی وجوہات مختلف ہو سکتی ہیں۔ مگر جو بات زیرِ بحث ہے اس میں حضرت آدم کو حضرت مسیح علیہ السلام پر ڈبل امتیاز حاصل ہے اس کا جواب پادری صاحب نے کچھ بھی نہیں دیا۔ البتہ انہوں نے ایک دوسرا امر حضرت مسیح علیہ السلام کی فوقیت و خدائی کے اثبات کے لئے یہ پیش فرمایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمانی تھے اور حضرت آدم علیہ السلام زمینی تھے۔ اور اس کے لئے انہوں نے آدم کے لئے قرآن کریم و بائیبل سے یہ ذکر پیش کیا ہے کہ خدا نے ان کو مٹی سے بنایا ہے لیکن حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے آئے تھے وہ آسمانی ہیں۔ چنانچہ وہ پولوس کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

"ابو البشر آدم اول مٹی سے تھا اور خاک کا تھا۔ لیکن آدم ثانی مسیح زندگی بخشنے والی روح تھا اور آسمانی ہے۔ ..... اللہ تعالیٰ نے یہ پسند نہ کیا کہ اپنے کلمہ اور روح کو اسی حقیر صلصال سے بنائے جس سے آدم اول اور اس کی نسل کی افزائش ہوئی۔"

(مسیح کی شان صفحہ ۴ کالم ۱)

اس سے ظاہر ہے کہ پادری صاحب نے اپنے جواب میں اصل بات سے روگردانی اختیار کر لی ہے اور اپنی مذکورہ اس دلیل کو ترک کر کے کہ وہ بن باپ تھے ایک اور راہ اختیار کر لیا ہے اور ہماری قرآنی پیش کردہ دلیل کا کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ اور وہ اس کا جواب دے بھی کیا سکتے ہیں۔

ہم پادری صاحب سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ کی بات کو ہی لے لیا جائے تو بھی حضرت مسیح علیہ السلام کو حضرت آدم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ اگر حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے تھے تو حضرت مسیح علیہ السلام براہِ راست آسمان سے نازل نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ عورت کے بطن سے تمام متعلقہ مراحل کو طے کر کے آئے تھے حضرت مریم بھی دوسری عورتوں کی طرح مادی جسم رکھتی تھیں جو کہ مٹی ہی کا بنا ہوا تھا۔ اور تمام ان چیزوں سے ملوث تھا۔ جو ایک عورت ذات میں پائی جاتی ہیں دیگر انسانوں کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے ان کے پیٹ کے اندر پرورش پائی۔ آخر وہ مریم کے نطفہ ہی سے تو پیدا ہوئے۔ مٹی اور پھر خون حیض نے پیٹ کے اندر بچہ کی صورت اختیار کر لی اور پیشاب کے گندے راستہ سے پیدا ہوئے اس کے مقابلہ میں حضرت آدم علیہ السلام ان مراحل و منازل بکردہ سے بالکل پاک و صاف رہے اور براہِ راست زمین کے اندر سے باہر آ گئے آپ ذرا خیال فرمائیں کہ ابھی؟ تو حضرت مسیح علیہ السلام پر حضرت آدم علیہ السلام کو برتری و فوقیت حاصل ہے جو اس قدر گندے "حقیر" مراحل میں سے ہو کر دنیا میں آیا وہ تو آپ کے نزدیک خدا کہلایا مگر جو ان سے بالکل پاک و صاف رہا وہ کیوں نہ خدا کہلانے کا مستحق ٹھہرا۔ امید ہے کہ ذرا سوچ کر جواب دیں گے کہ پاکیزگی و گندگی کے ان مراحل کے لحاظ سے کون برتر و فائق ہے۔ اب تو آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے "آسمانی" اور حضرت آدم علیہ السلام کے زمینی ہونے کی حقیقت معلوم ہو گئی ہو گی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہر قسم کی آلودگیوں اور قابلِ اعتراض امور سے منزہ رہی ہے مگر حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت نہ صرف خود اپنے لئے بلکہ اپنی والدہ کے لئے کس قدر ظاہری و باطنی لحاظ سے مکروہ اور تکلیف دہ تھی اور قابلِ اعتراض بھی۔ دونوں پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر اور ایک سرد آہ بھر کر دردناک لہجہ میں فرمایا۔ یا لیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا۔ کہ کاش میں اس سے قبل ہی مر جاتی اور دنیا کی نگاہ سے اوجھل ہو جاتی۔ کیا یہی آسمانی آواز تھی۔

آپ کا مضمون "مسیح کی شان" ہمارے رسالہ کے کسی گزشتہ پرچہ میں نکلا تھا۔ اس بارہ میں میرا سوال جو میں نے عہد جدید کے حوالہ سے ملک صدق سالم کو پیش کر کے محترم ہما کے ایڈیٹر صاحب کو بھیجا تھا وہ میرا بھیجا سوالات انہوں نے جواب کے لئے آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا جس کے جواب میں مجھے الوہیت خدا اور ابنیت مسیح والا مضمون کا کتابچہ بھیجا گیا مگر اس میں اس سوال کا جواب نظر نہیں آیا۔ اس کے بعد اب آپ کا کتابچہ "مسیح کی شان" نظر سے گذرا جو اس سوال کے بعد ہما کے پرچہ میں آپ کا مضمون کے رنگ میں شائع کیا گیا ہے۔ اس میں بھی اس سوال کا جواب مفقود پایا۔ ملک صدق سالم کے متعلق تو صاف لکھا ہے کہ ... باپ تھا۔ نہ اس کی ابتداء تھی نہ انتہاء ہے وہ ازلی ابدی ہے وہ راستبازی اور صلح و سلامتی کا شاہزادہ ہے اور خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔ (عبرانیوں باب ۷ آیت ۳)

پادری صاحب ذرا غور فرمائیں کہ یہ فقرہ اس کے لئے کس غرض سے کہا گیا ہے

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

# فتنہ پیغامیت کا بھارت میں عبرتناک انجام

از مکرم چوہدری مبارک علی صاحب فاضل ایڈیشنل ناظر امور عامہ قادیان

خلافت ثانیہ کے ابتدائی ایام میں اس فتنہ کے بانی بار بار یہ اعلان کرتے تھے کہ جماعت کا ۹۵ فی صدی حصہ ان کے ساتھ ہے۔ بلکہ ان کے زعم میں تو جماعت اور اس کی ترقی ان کے وجودوں کے ساتھ وابستہ تھی۔ اور یہ جانتے ہوئے یہاں تک کہہ گئے تھے۔ کہ اب ان عمارتوں پر عیسائیوں کا قبضہ ہوگا۔ اور ہر صبح اور شام اس بات کے منتظر رہے کہ ان کو یہ "خوشخبری" ملے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام پر ایمان لانے والے سارے کے سارے عیسائی یا آریہ ہو گئے ہیں۔ مگر ان کے اکثر عمائدین یہ حسرت اپنے دل میں لے کر اس جہان سے کوچ کر گئے اور باقی بھی انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک اس خواب کو پورا ہوتا نہیں دیکھ سکیں گے۔ اب یہ فتنہ سمٹ کر لاہور کی "پیغام بلڈنگ" تک آ چکا ہے اور اپنے اس عبرتناک انجام پر اتنے سراسیمہ ہیں کہ جماعت احمدیہ کی ترقی کی ہر خبر ان کے لئے سخت بے چینی کا باعث بن رہی ہے۔ حال ہی میں "امام جماعت احمدیہ" کے اس اعلان پر ایڈیٹر "پیغام" بہت ناراض نظر آتے ہیں۔ کہ ہندوستان میں وہ لوگ جو ان کی بدولت بانی جماعت احمدیہ کی تعلیم سے بہت دور جا پڑے تھے اور جن کا اٹھنا بیٹھنا امام زماں کے مخالفین کے ساتھ تھا اور قریب تھا کہ وہ اس فتنہ کی بدولت پھر اس گمراہی کے گڑھے میں جا گریں جس سے خدا کے مسیح نے ان کو نکالا تھا اُن کی اکثریت اب خدا کے فضل سے غلامان مسیح قادیانی علیہ السلام میں شامل ہو گئی ہے۔

ظاہر ہے کہ ایک "پیغامی" کے لئے یہ امر "خوشخبری" کا باعث نہیں ہو سکتا۔ ان کو تو یہ اطلاع ملنی چاہیئے تھی کہ بھارت میں "مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام" پر ایمان لانے والے (نعوذ باللہ) بالکل ختم ہو گئے ہیں۔

چنانچہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے مستحسن اعلان پر مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۶۷ء کے "اخبار پیغام" میں سٹپٹاہٹ کا اظہار کیا گیا ہے اور اپنی دیرینہ عادت کے مطابق ایڈیٹر صاحب "پیغام" نے اس عبرتناک حشر پر لایعنی بحث چھیڑ کر اپنے معاصرین کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ان کو اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ بھارت کی پیغامی جماعتوں کی لسٹ شائع کر دیتے۔ البتہ اپنی خفت مٹانے کے لئے تین نام نہاد پیغامیوں کے خطوط شائع کئے ہیں۔ جس سے قارئین "بدر" اندازہ کر سکتے ہیں کہ بھارت میں اب کتنی تعداد میں پیغامی باقی رہ گئے ہیں۔ اور اس پر طرہ یہ کہ ان تین آدمیوں کے نام پیش کر کے ایڈیٹر صاحب پیغام خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور تحریر فرماتے ہیں کہ

"کیا ان سب پیغامات اور مضامین کو بھی بیعت کرنے والی اکثریت میں ہی شامل سمجھا جائے گا؟"
(پیغام ۹ فروری ۱۹۶۷ء صفحہ ۶)

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جرأت تو یہ ہے کہ نہیں جناب ابھی کہیں کہیں اکا دکا ایسا آدمی بھارت میں باقی ہے جس کو آپ کا "پیغام" مل جاتا ہے اور وہ کبھی کبھی ایک آدھ مضمون آپ کو بھجوا دیتے ہیں اور آپ اس قسم کے مضمون اپنے اخبار کو رونق بخشتے ہیں ورنہ آپ لوگ اپنی دیرینہ ... جماعتیں ہیں جن کی فہرستیں کبھی ... گئے تھے ... کیا حشر ہوا ہے سارے بھارت میں کوئی باقاعدہ جماعت اور نہ کوئی باقاعدہ مبلغ باقی ہے۔ جو تھوڑے بہت تھے ان کی اکثریت واقعہ میں جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہے۔ اور باقی آہستہ آہستہ غیر احمدیوں میں جذب ہو رہے ہیں۔ ہم میاں دوست محمد صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ کے پیغام صلح کے پہلے صفحہ پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام درج ہوتا ہے۔

"میں تیرے خالص محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا۔ اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا"

کیا آپ نے کبھی ان الفاظ پر غور کیا ہے کیا اس الہام کے ایک ایک لفظ میں آپ کو اپنے فتنہ کے عبرتناک انجام کی تصویر دکھلائی نہیں دیتی۔ آپ ذرا سنجیدگی اور مخلص بالطبع ہو کر خدا تعالیٰ کے اس وعدہ اور بشارت پر غور فرماویں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے کس گروہ کو وہ بڑھا رہا ہے۔ اور کس کے نفوس اور اموال میں برکت دے رہا ہے آپ کو چاہیئے کہ آپ وہاں لاہور میں ہی قدرت کے اس نظارہ کے مشاہدہ کے لئے کم از کم ایک مہینہ میں ایک بار جمعہ کے روز جماعت احمدیہ کی جامع مسجد میں تشریف لے جایا کریں۔ تا آپ کو اندازہ ہو سکے کہ جہاں آپ کا نام نہاد مرکز ہے اسی مقام میں اللہ تعالیٰ کس گروہ کو بڑھا رہا ہے اور کس کے نفوس و اموال میں برکت دے رہا ہے۔

پیغام صلح کی مختلف اشاعتوں میں اس سلسلہ میں جو مضامین شائع ہوئے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب بدر نے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے احسن رنگ میں ایڈیٹر صاحب "پیغام" کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ مگر ایڈیٹر صاحب پیغام (جو شاید دل سے اب پیغامیوں کے گروہ سے بیزار ہو چکے ہیں اور مولوی صدر الدین صاحب کے عہد امارت کا بھانڈا پھوڑنا چاہتے ہیں) ان کی خواہش ہے کہ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی جائے۔ کہ تقسیم ملک کے بعد اس فتنہ کا بھارت میں کس رنگ میں عبرتناک حشر ہوا ہے۔ اور اس کے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز کو قائم رکھتے ہوئے نہایت درجہ نامساعد حالات میں خدمت اسلام کا موقع عطا فرمایا ہے۔

پیغام صلح میں شائع ہونے والے مضامین کے متعلق یہ اصول یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر کسی نے کوئی کتاب پڑھ کر اخلاقاً شکریہ کا خط لکھ دیا تو ایڈیٹر صاحب پیغام کے نزدیک وہ اس فرقہ میں شامل ہو جاتا ہے اور قارئین پیغام صلح کو بیوقوف بنانے کے لئے فوراً وہ خطوط شائع کرتے ہوئے اپنی تبلیغی کارروائی میں شامل فرما لیتے ہیں۔ بلکہ ان لوگوں نے اس سلسلہ میں عجیب عجیب قسم کے ہتھکنڈے اختیار کرنے کی کوشش کی ہے اور وہ لوگ جو کا معتقدین ان سے دور کا بھی واسطہ نہیں یہ لوگ انہیں بھی اپنے میں شامل سمجھتے ہیں۔ اس امر کا تجربہ اس راقم کو اس وقت ہوا جب میں کسٹروں شروع میں تبلیغ کے لئے جنوبی ہند گیا اس علاقہ میں صرف چند ایک مقامات پر "عبداللہ تیاپوری" اور "صدیق دیندار" کے ماننے والے موجود ہیں جن کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام صرف مثیل مسیح تھے مگر مہدی نہیں تھے۔ اور یہ دونوں اپنے کو بیسر موعود اور مصلح موعود کا درجہ دیتے تھے۔ بلکہ مسیح موعود سے افضل قرار دیتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے کہ (والعیاذ باللہ) آخری مسیح موعود کو ٹھوکر لگ گئی تھی۔ پیغام صلح لاہور کے نزدیک وہ سب کے سب پیغامی مشنری تصور ہوتے رہے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ان کے حیدرآباد میں مقیم کتابوں کے کمیشن ایجنٹ مولوی انعام الحق صاحب مرحوم سے تبادلہ خیالات کے دوران اس امر کا انکشاف ہوا کہ پیغامیوں کے نزدیک یہ سب ان کی شاخیں ہیں۔ "جو جیسا درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے" بس اس قسم کے بعض

(باقی صفحہ ۵ پر)

## قادیان میں عید کی قربانیاں

### دوست جلد اطلاع دیں

از حضرت امیر صاحب مقامی قادیان

حسب سابق اس سال بھی عید الاضحیہ کے موقعہ پر بیرونجات کے احباب جماعت کی طرف سے قادیان میں قربانی کا جانور ذبح کر دینے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ ایسا کرنے سے ایک تو آسانی کے ساتھ ان صاحب کے ذمہ کا فرض ادا ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی اس قربانی کے گوشت کا مناسب اور صحیح مصرف ہوتا ہے۔

اس لئے اس اعلان کے ذریعہ دوستوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اپنے لئے قربانی کے جانور کی رقم جلد از جلد امیر جماعت احمدیہ قادیان کے نام ارسال کر دیں تا انتظام میں سہولت رہے۔

موجودہ حالات میں قربانی کے جانور کی قیمت کم سے کم پچاس روپے ہے۔

(حضرت مولانا) عبدالرحمٰن (صاحب)

امیر جماعت احمدیہ۔ قادیان

## خطبہ جمعہ

# جلسہ سالانہ کے ایام میں ہم نے اللہ تعالیٰ کے بڑے ہی انوار و برکات کا مشاہدہ کیا

## بہت سی روکوں کے باوجود احباب پہلے سے زیادہ تعداد میں تشریف لائے اور انہوں نے بڑی قربانی کا مظاہرہ کیا

### از حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۰ فروری ۱۹۶۷ء

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

دوست جانتے ہیں کہ جلسہ سالانہ کے بعد مجھے بڑا

### شدید انفلوائنزا کا حملہ

ہوا تھا۔ پہلے دو دن اس تکلیف میں باوجود بخار اور شدید نزلہ اور کھانسی کے میں کام کرتا رہا۔ اور کثرت سے ملاقاتیں اس خیال سے کرتا رہا کہ باہر سے دوست تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اگر میں نہ ملا تو ان کو بڑی جذباتی تکلیف اٹھانی پڑے گی لیکن دو دن کے بعد جسم نے جب جواب دے دیا تو مجھے بستر پر لیٹنا پڑا۔ اور اس کے بعد کافی بیماری کی تکلیف رہی۔ گزشتہ جمعہ بھی دل تو چاہتا تھا کہ میں خود یہاں آکر حمد کے ان جذبات کا اظہار کرتا جن جذبات نے میرے وجود کو کلیۃً گھیرا ہوا تھا اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی رحمتوں کو دیکھ کر لیکن بیماری کی وجہ سے میں یہاں نہ آسکا۔ آج بھی گو کافی تکلیف ابھی باقی ہے لیکن بیماری کی شدت ٹوٹ چکی ہے۔ میں نے مناسب سمجھا کہ میں خود آؤں۔ خواہ چند منٹ کے لئے ہی اپنے جذبات کا اظہار اپنے بھائیوں کے سامنے کروں۔

جیسا کہ میں نے ایک فقرہ گزشتہ جمعہ لکھ کر بھجوا دیا تھا کہ

### دل خدا کی حمد سے معمور ہے

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جلسہ سالانہ سے قبل میں نے اپنے بھائیوں اور بہنوں کو اس طرف متوجہ کیا تھا کہ عام طور پر بھی خدا تعالیٰ کے مال کا کوئی پیسہ ضائع نہیں ہونا چاہیئے صرف جان بوجھ کر ہی نہیں بلکہ غفلت اور کوتاہی کے نتیجہ میں بھی جو ضیاع ہوتے ہیں۔ ان سے بھی بچنا چاہیئے۔ لیکن موجودہ حالات میں تو خصوصاً کھانے پینے کی چیزوں کو ضیاع سے بچانا اشد ضروری ہے۔ اور میری طبیعت پر یہ اثر تھا کہ اگر ہم نے اس طرف توجہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ ہمارے رزق سے برکت کو واپس لے لے گا جس کا میں نے اپنے خطبہ میں اظہار بھی کیا تھا۔ اور اس کے بعد دعائیں بھی بڑی ہی کی تھیں کہ ہم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہ ہو کہ جو اپنی غفلت یا کوتاہی یا سستی یا بے پرواہی کے نتیجہ میں ان برکتوں کو ضائع کر بیٹھے جو اللہ تعالیٰ نے ایک احمدی کے رزق میں رکھی ہیں

### اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی فضل کیا

آپ بھائیوں کے ذریعہ سے خصوصاً اور باہر سے آنے والے دوستوں کے ذریعہ سے عموماً خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے بے حد اور بے انتہا مسرت پہنچائی۔ جب جلسہ سالانہ کے بعد یہ رپورٹ ملی کہ امسال دوستوں نے خورد و نوش کو ضیاع سے بچانے کا جو خیال رکھا ہے وہ غیر معمولی ہے اور بڑا نمایاں ہے اس کو دیکھ کر دل خدا کی حمد سے بھر گیا کہ اس کی توفیق کے بغیر نہ کوئی فرد نہ کوئی جماعت نیکی کے کوئی کام کر سکتی ہے۔ نہ نیکی کی راہوں کو اختیار کر سکتی ہے۔

اس کے علاوہ

### بعض اور باتیں بھی ہیں

جو اللہ تعالیٰ کے فضل پر ایک نمایاں شہادت پیش کر رہی ہیں۔ مثلاً یہ کہ جلسہ سالانہ رمضان کی وجہ سے اپنی مقررہ تاریخوں پر نہیں ہوا۔ یعنی ان تاریخوں پر جن کی جماعت کو عادت پڑ چکی تھی۔ رمضان کی وجہ سے ہم نے اس سال جلسہ سالانہ کو ان تاریخوں سے بدل کر پیچھے کیا (گزشتہ سال پہلے ہوا تھا) اس سال تقریباً ایک ماہ بعد جلسہ ہوا اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جلسہ سے معاً پہلے عید کے اخراجات بھی کرنے پڑے ...... ...... کیونکہ عید کی خوشیوں میں ان بچوں کو بھی شامل کرنا پڑتا ہے جو بلوغت کے بعد اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ حقیقی خوشی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان پر نازل ہوتی ہے اور دلوں کو سکینت بخشتی ہے لیکن ایک خوشی کا ماحول ان ناسمجھ بچوں کے لئے پیدا کرنا ضروری ہے تاکہ ان کے دماغ عید کے ساتھ خوشیوں کو ہمیشہ دیکھنے کے عادی ہو جائیں یا عادی رہیں۔ پس عید کی وجہ سے بھی زیادہ خرچ ہوئے۔ دوسرے یہ کہ غذائی قلت کے نتیجہ میں کھانے پینے کی چیزوں پر معمول سے بہت زیادہ خرچ آجکل کرنا پڑ رہا ہے۔ تو ہزاروں خاندان ایسے ہوں گے کہ جن کے سامنے یہ مسئلہ درپیش تھا کہ وہ کچھ دن یا ہفتے نیم بھوکا رہ کر گزارہ کرنے کے لئے تیار ہیں یا جلسہ چھوڑنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ جلسہ پر بھی جو دوست باہر سے آتے ہیں ان کا بہرحال کچھ نہ کچھ خرچ ہوتا ہے۔ مجموعی طور پر رپورٹوں سے اندازہ لگایا ہے کہ اگر بیس روپے فی کس اوسط رکھی جائے۔ اگرچہ مثلاً کراچی سے آنے والے اور پشاور سے آنے والے دوست اس سے زیادہ خرچ کرتے ہوں گے لیکن اگر اوسط بیس روپے بھی رکھی جائے تو جلسہ پر آنے والے احمدیوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے

### کم و بیش دس اور پندرہ لاکھ کے درمیان خرچ

کیا ہے۔ اگر یہ دوست اور بھائی جلسہ پہ نہ آتے تو جماعت کے ان خاندانوں کے پاس کم و بیش دس پندرہ لاکھ روپے کی ایسی رقم ہوتی جس سے وہ مہنگائی کے زمانہ میں گندم آٹا، چاول وغیرہ چیزیں خرید سکتے تھے۔

تو جماعت نے خدا کی خاطر بڑی قربانی پیش کی ہے جیسا کہ اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہی اس بات کی توفیق دی ہے کہ وہ اس قسم کی قربانیاں اس کے حضور پیش کرتی جائے لیکن یہ کوئی معمولی بات نہیں بڑی بات ہے۔ ہزارہا خاندانوں کا یہ فیصلہ کرنا کہ ہمیں نیم بھوکا رہنا منظور لیکن جلسہ سے غیر حاضری منظور نہیں ہے۔

ایک اور روک یہ تھی کہ ان دنوں سکولوں اور کالجز میں چھٹیاں نہیں تھیں اور بہت سے بچے یا نوجوان یا بہت سے ماں باپ بھی اپنے بچوں کی وجہ سے جلسہ میں شمولیت نہیں کر سکتے تھے سوائے خاص کوشش اور غیر معمولی قربانیوں کے وہ جلسہ پر نہ آسکتے تھے۔

پس ان تمام روکوں کے باوجود گزشتہ جلسہ کے موقعہ پر پرچی کے لحاظ سے بھی اور جو گاڑیوں اور بسوں پر سے مسافر اترے تھے اور ان کی گنتی ہوتی ہے (گو سارے مسافروں کی گنتی نہیں ہو سکتی لیکن بہرحال ہر سال ہوتی ہے) اس سے ہمیں پتہ چلتا رہتا ہے کہ اس سال آنے والوں کی تعداد میں زیادتی ہوئی ہے یا کمی) ہر دو لحاظ سے چند ہزار کی زیادتی ہوئی۔

### ان سب چیزوں کو دیکھ کر

دل خدا کی حمد سے اتنا معمور ہوا کہ انگریزی میں کہتے ہیں overflow کر گیا یعنی حمد اتنی شدت اختیار کر گئی کہ دل اور روح میں سما نہیں سکتی تھی۔ باہر نکل رہی تھی بہ جذبات اور شکر کے خیالات جو ہیں یہ میرے اکیلے کے جذبات نہیں بلکہ میرے ہر بھائی کے جذبات ہیں کہ بحیثیت جماعت اللہ تعالیٰ اس جماعت پر کتنے فضل کتنے رحم کرنے والا ہے اور ان کو قربانی کے کس قدر بلند مقام پر پہنچنے کی اس نے توفیق دی ہے اور اس معیار کو قائم رکھنے بلکہ بڑھاتے چلے جانے کی یہ توفیق دیتا چلا جاتا ہے۔

پچھلے جمعہ تو میری یہ کیفیت تھی کہ میرے روئیں روئیں سے الحمد للہ ہی نکل رہا تھا اور زبان پر بھی الحمد للہ ہی جاری تھا۔ اور میں چاہتا تھا کہ جماعت کے سامنے بھی یہ باتیں رکھوں تاکہ وہ پورا پورا شکر گزار بندے بنیں اور خدا کی حمد کرتے رہیں کہ اس نے اپنے فضل کے ساتھ ان کو ایسی امداد روکوں کے باوجود اس کی رضا کے حصول کے لئے یہ کام کرنے کی توفیق عطا کی ہے اور اس رنگ میں کہ دنیا کی نگاہ میں

اس کا جواب اور اس کی مثال نہیں۔

پھر خشک سالی کی وجہ سے علاوہ اور تکلیفوں کے نزلہ، کھانسی وغیرہ کی تکلیف بھی وبائی صورت میں پھیلی ہوئی ہے وہ بھی دوستوں نے برداشت کی۔ اگرچہ اکثر دوستوں کو ان ایام جلسہ میں اللہ تعالیٰ نے عام طور پر محفوظ رکھا۔ اور وہ جلسہ کے دنوں میں اپنے رب سے توفیق پاتے رہے کہ اتار پرستش ہیں۔ اور اُن سے فائدہ حاصل کریں اور آئندہ بھی فائدہ کے حصول کی نیت کر کے ان کو یاد رکھیں اور ان باتوں کو دنیا میں جاکر پھیلائیں۔

جلسہ کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کے بڑے ہی انوار نازل ہوتے رہے ہیں بڑی ہی برکات کا نزول ہوا ہے۔ اپنے تو محسوس کرتے ہی ہیں اور ہم پر شکر بھی بجا لاتے ہیں لیکن دوسروں کیلئے ایسی چیزوں کا پہچاننا اور سمجھنا اور ان نوا انوارِ الٰہی اور برکاتِ سماوی پر یقین کرنا مشکل ہوتا ہے سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھی اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

## مجھے بڑی خوشی ہوئی

یہ دیکھ کر کہ ہمارے چند غیر مبائع دوست بھی یہاں تشریف لاتے تھے اور ان میں سے چند ایک نے تو یہیں بیعت کر لی۔ اور ایک کے منہ سے تو نکلا کہ ہم تو کچھ اور ہی سمجھتے تھے لیکن یہاں آ کر کچھ اور دیکھا۔ سمجھتے تو وہ یہی تھے نا!! جیسا ان کو بتایا جاتا تھا کہ خدا تعالیٰ کا فضل مبائعین کی جماعت کے ساتھ نہیں ہے بلکہ غیر مبائعین کی جماعت کے ساتھ ہے بعض سنائی باتوں پر وہ یقین رکھتے تھے لیکن جو آنکھ نے دیکھا اس نے کان کو جھٹلا دیا۔ اور انہوں نے یہ مشاہدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار قسم کے فضل اور اس کی رحمتیں اس جماعت پر نازل ہو رہی ہیں اور خصوصاً جلسہ کے ایام میں تو اللہ تعالیٰ دلوں پر تصرف کر کے ایک خاص کیفیت روحانی پیدا کر دیتا ہے......

..... اس سے وہ متاثر ہوئے اور یہیں انہوں نے بیعت کر لی۔

ایک دوست تھے وہ کسی وجہ سے بیعت تو نہیں کر سکے لیکن

## ان کا تاثر یہ تھا

کہ وہ ایک دوست سے ۲۸ جنوری کی صبح کو کہنے لگے کہ میں قسم کھا کے کہہ سکتا ہوں کہ یہ تقریر (حضور کی غیر مبائعین سے متعلق تھی ۲۷ تاریخ کو) ......... الہامی تو یہ تقریر ......

اگرچہ ان کے خاص تنقل کی حامل تھی۔ مگر اس قسم کا اثر اللہ تعالیٰ نے ان کے دماغ پر ڈالا لیکن اس کے باوجود ابھی انہوں نے بیعت کر کے اپنے اس عہدِ بیعت کی جو انہوں نے یا اُن کے بڑوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیا تھا۔ اس کی تجدید نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں بھی اور ان کے دوسرے بھائیوں کو بھی توفیق عطا کرے کہ وہ ایک ایک کر کے اس جماعت کے ساتھ آ شامل ہوں جس جماعت کے ذریعہ اب اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا میں غلبۂ اسلام کے سامان پیدا کر رہا ہے اور ان فضلوں کے وارث ہوں جو فضل اللہ تعالیٰ اس جماعت کی حقیر کوششوں کے نتیجہ میں آسمان سے نازل کر رہا ہے اور ان کوششوں کے وہ نتائج نکال رہا ہے کہ کوشش اور نتیجہ کے درمیان کوئی نسبت ہی ہم نہیں دیکھتے۔ یہ بھی نہ بھولیں کہ آپ بازار میں جائیں تو آپ کو آجکل کنٹرول پر بھی روپیہ کا دو سیر یا پونے دو سیر آٹا ملے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ سلوک کیا تھا کہ آٹے کا مقررہ کوٹہ بھی ان کو دے دیا تھا اور روپے بھی ان کو دے دیئے تھے تو دیکھنے والا اس بات پر بھی حیران ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ چند اونٹ گندم تھی جو عطا کی گئی اور جس کی قیمت بھی واپس کر دی گئی۔ لیکن

## یہاں تو یہ حال ہے

کہ اللہ تعالیٰ پہلے قیمت تو بے شک لیتا ہے اور کہتا ہے قربانیاں کرو اور کام کرو۔ لیکن اس کے بعد وہ ہمیں تھوڑا سا آٹا یا گندم یا چاول یا گھی یا شکر نہیں دیتا بلکہ دنیا جہان کی نعمتیں ہمیں دیتا ہے اور قربانیوں کی شکل میں جو قیمت اس نے لی ہوتی ہے وہ بھی واپس کر دیتا ہے پس ہمارا رب بڑا ہی پیار کرنے والا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی جماعتوں اور الٰہی سلسلوں کا اکثر حصہ ایمان کی پختگی رکھنے والا ہوتا ہے۔ وہ لوگ عوضاً دیتا ہے پیار نہیں کرتے نہ یہ دیکھتے ہیں "سفراً قاصداً" کہ ایک سیدھا اور سہل سفر اختیار کیا اور منزلِ مقصود تک پہنچ گئے۔ بلکہ محبت رکھتے ہیں۔ مشقت کے ساتھ۔ اور اس کی راہ میں تکلیف برداشت کرنے کو محبوب سمجھتے ہیں اور اسی میں لذت حاصل کرتے ہیں۔ اور اسی میں وہ اپنی راحت پاتے ہیں۔ پھر اللہ ان پر اتنا فضل کرتا ہے کہ قربانیوں کی شکل میں جو قیمت انہوں نے دی ہوتی ہے جیسا کہ میں نے ایک مثال کے رنگ میں اسے بیان کیا ہے اس سے کہیں زیادہ سرمایہ بھی واپس کر دیتا ہے۔ جو چیز لینے کی انہوں نے خواہش کی ہوتی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ وہ اپنے بندوں کو دے دیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

## خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی موسلا دھار بارش

ہو رہی ہے کہ جس کے قطروں کا گننا انسانی طاقت میں نہیں ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور ہم اس کے عاجز بندے ہمیشہ اس کی حمد سے معمور رہتے ہیں اور ہمیشہ ہمارا سر اسی کے آستانہ پر جھکا رہتا ہے۔ اس خیال سے کہ وہ کتنا ہم سے پیار کرتا ہے کتنا ہم سے محبت کا سلوک کرتا ہے کتنی نعمتوں سے ہمیں وہ نوازتا ہے۔ کتنی رضا اور سرور کے سامان اللہ نے ہمارے لئے مقدر کر رکھے ہیں یہ دنیا جو چاہے سوچتی رہے جس رنگ میں چاہے ہمیں دکھ پہنچانے کی کوشش کرتی رہے دنیا کے سارے دکھ، دنیا داروں کی پہنچائی ہوئی سب تکالیف اس کی رضا کے ایک سیکنڈ کے سکون اور چین اور سیکنڈ کے اوپر قربان ساری عمر کے آرام! یہ عمر ہے کیا؟ عارضی چیز ہے۔ اور جو یہاں دنیوی آرام اور آسائشیں ہیں وہ بھی عرضاً قریباً ہی ہے کہ فانی ہیں۔ جن کا ثواب کوئی نہیں لیکن اگر ہم خدا تعالیٰ کے لئے انہیں قربان کرنے کے لئے تیار ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے بدلے میں اس دنیا میں بھی اور پھر یہاں سے گزرنے کے بعد ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنی رضا کی جنتوں میں اپنے بندوں کو رکھتا ہے یہ دیکھ کر کون وہ بدبخت دل ہوگا جو اس کے سامنے حمد کے ساتھ نہیں جھکے گا؟

## اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق ہے

کہ اس نے ہمیں حمد کرنے والے اور شکر کرنے والے، اس کی نعمتوں کو پہچاننے والے اور اس کی محبت کا جواب محبت سے دینے والی جماعت کے افراد بنایا ہے۔ وہ ہمیشہ ہی ہمیں اپنے شکر گذار بندے بنائے رکھے آمین۔

(الفضل مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۶۷ء)

# داخلہ مدرسہ احمدیہ

احباب جماعت کو علم ہے کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان اشاعت اسلام کی ضرورت کے پیش نظر ہر تعلیمی سال کی ابتداء میں مولوی فاضل کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے طلباء کا داخلہ مدرسہ احمدیہ میں کرتی ہے تاکہ یہ طلباء تحصیل علم کے بعد تبلیغ و اشاعت اسلام کا ذریعہ بنیں۔ چنانچہ امسال بھی اس ضرورت کی تکمیل کے پیشِ نظر مدرسہ احمدیہ کی پہلی جماعت کے لئے طلباء درکار ہیں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مدرسہ احمدیہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

"خدا تعالیٰ نے ایسا ارادہ فرمایا ہے کہ وہ اس جماعت کو بڑھائے اور وہ اسلام اور توحید کی اشاعت کا باعث بنے۔ مدرسہ کا سلسلہ جنبانی کی بھی اگر کوئی غرض ہے تو یہی ہے...... کہ یہ مدرسہ اشاعتِ اسلام کا ایک ذریعہ ہے اور اس سے ایسے عالم اور زندگی وقف کرنے والے لڑکے نکلیں جو دنیا کی نوکریوں اور مقاصد کو چھوڑ کر خدمتِ دین کو اختیار کریں۔"

حضور علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:-

"اسلام تو ضرور پھیلے گا اور وہ غالب آئیگا کیونکہ خدا نے ایسے ہی ارادہ فرمایا ہے مگر مبارک ہونگے وہ لوگ جو اس اشاعت میں حصہ لیں گے یہ خدا کا فضل و احسان ہے جو اس نے ان کیلئے موقع دیا ہے۔"

چنانچہ احباب جماعتہائے احمدیہ ہندوستان سے درخواست ہے کہ وہ اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اور اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے بچوں کو خدمتِ اسلام کے پیشِ نظر مدرسہ احمدیہ کے داخلہ کے لئے مرکز میں بھیجیں۔ اس سلسلہ میں داخلہ فارم "نظارت ہذا سے ۳۱ مارچ ۱۹۶۷ء تک حاصل کر کے مکمل خانہ پُری کے بعد ۱۵ اپریل ۱۹۶۷ء تک نظارت ہذا کو پہنچ جانا چاہیئے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل امور قابلِ توجہ ہیں:-

۱- بچہ کی تعلیم کم از کم مڈل اسٹینڈرڈ تک ہونی لازمی ہے (۲) بچہ اردو زبان بخوبی لکھ پڑھ سکتا ہو (۳) نیز قرآن کریم ناظرہ روانی سے پڑھ سکتا ہو۔

صدر انجمن احمدیہ کی جانب سے امسال اس سلسلہ میں سات وظائف بھی مقرر ہیں جو طالبعلم کی ذہنی، اخلاقی، تعلیمی اور اقتصادی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے دیئے جائیں گے۔ خواہشمند احباب مقررہ تاریخ تک فارم داخلہ پُر کر کے نظارت ہذا کو ارسال فرمادیں۔

(ناظر تعلیم قادیان مورخہ یکم مارچ ۱۹۶۷ء)

# فتنہ پیغامیت کا بھارت میں عبرتناک انجام

(بقیہ صفحہ نمبر ۲)

اس فتنہ کی بدولت بعض مقامات پر معرض وجود میں آئے ہیں۔

تقسیم ملک کے وقت اگرچہ سارے ہندوستان میں ایک عجیب زلزلہ آیا تھا مگر پنجاب میں جو صورتِ حالات تھی کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ مشرقی پنجاب میں کوئی مسلمان باقی رہے گا۔ بالخصوص یہ علاقہ جہاں جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز قادیان ہے۔ اس علاقہ میں باہمی منافرت کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ سارا علاقہ مسلمان آبادی سے خالی ہوتا گیا۔ اور اس آگ نے قادیان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جہاں تک کہ قادیان کے سارے محلہ جات خالی ہو گئے اور اب یہ آگ دار المسیح کی طرف بڑھنے لگی۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اپنے وعدہ انی احافظ کل من فی الدار کے مطابق اس مقام پر آکر حکم دیا کہ یا نار کونی بردًا وسلامًا چنانچہ اے ناظرین ہم نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالےٰ کی اس قدرت کا مشاہدہ کیا۔ کہ وہ سیلاب جو برابر بڑھتا چلا آرہا تھا اچانک ایک غیبی طاقت کے خوف سے رک گیا۔ اس کے بعد حالات آہستہ آہستہ معمول پر آنے لگے اور تخت گاہِ رسول اور جماعت کے دائمی مرکز نے پھر فعّال مرکزیت اختیار کر لی اور ابھی چند سال بھی نہیں گذرے تھے کہ قادیان کے اسٹیشن سے قریباً ایک درجن کے قریب سبز پگڑیوں والے اسلامی مبلغ بھارت میں بسنے والوں کو اسلام کا پیغام دینے کے لئے روانہ ہوئے ماحول میں ابھی بدستور کشیدگی موجود تھی۔ ایسے وقت میں جب ہم اپنے بھائیوں کو روانہ کرنے کے لئے گئے تو سارا اسٹیشن نعرۂ تکبیر اور اسلام و احمدیت زندہ باد کے نعروں سے گونج اُٹھا تھا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ جامعہ احمدیہ و تعلیم الاسلام سکول اور نصرت گرلز سکول کا اجراء ہوا اور اب خدا تعالےٰ کے فضل سے امسال ہمارے دونوں سکولوں میں ہائی کلاسیں کھل رہی ہیں۔ اور جامعہ احمدیہ سے درجنوں طالب علم فارغ التحصیل ہو کر ملک کے اکناف میں خدمتِ اسلام کر رہے ہیں۔ اور قادیان کی موجودہ آبادی میں باوجود اقلیت ہونے کے مرکز قادیان میں بسنے والے احمدیوں کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ اور ہم ایک باوقار اور باعزت رنگ میں مرکز میں رہ کر خدمتِ اسلام کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اور تقسیم ملک کے بعد لاکھوں روپے اشاعت لٹریچر اور خدمتِ اسلام پر خرچ کئے گئے ہیں (جس کا گوشوارہ بدر کی فائلوں میں محفوظ ہے جسے ہر شخص جب چاہے ملاحظہ کر کے تسلی کر سکتا ہے) اور بھارت میں بسنے والا ہر احمدی اپنے مرکز کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ مرکز سے وابستگی اور نظام کی اطاعت اور احترام کو اپنا جزوِ ایمان سمجھتا ہے۔ اور جیسا کہ ہمارے پیارے امام سیدنا خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ پر فرمایا ہے۔ کہ ہماری ہر صبح ایک نئی ترقی کی بشارت لے کر آتی ہے اور ہر شب کو ہم اللہ تعالےٰ کے فضلوں کا وارث بن کر سوتے ہیں۔ ہم نے تقسیم ملک کے بعد یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور دیکھ رہے ہیں۔ اس کے مقابلہ پر جماعت احمدیہ کی وہ مخالف جماعتیں بالخصوص احراری اور پیغامی جنہوں نے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد مبارک میں جنم لیا تھا اور جنہوں نے ایڑی چوٹی کا زور اس الٰہی سلسلہ کو ختم کرنے کا لگایا تھا اللہ تعالےٰ نے ان کا نام ونشان مٹا کر رکھدیا اور اسوقت ہم اللہ تعالےٰ کے فضل سے علی وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ سارے بھارت میں جماعتی لحاظ سے ان کا نام ونشان باقی نہیں اور یہ سارے فتنے اپنی موت آپ مرتے ہیں اور آج کی صحبت میں ہم مولانا دوست محمد صاحب ایڈیٹر پیغام کی خواہش اور بار بار مطالبہ پر فتنہ پیغامیت المعروف لاہوری فتنہ کے متعلق عرض کرتے ہیں۔ اس فتنہ کا مختصر خاکہ یہ ہے کہ پٹھانکوٹ سے راس کماری تک ان کی کوئی باقاعدہ جماعت اور نہ کوئی باقاعدہ مبلغ یا یوں کہیئے کہ کوئی تنظیم باقی نہیں۔ کہیں کہیں اس فتنہ میں ملوث اکا دکا آدمی مذہبی لحاظ سے دم توڑ رہا ہے اور جو چند ایک مقامات پر موجود ہیں۔ ان کا اپنا کوئی اصولی اور نہ کوئی عقیدہ بلکہ بامسلماں اللہ اللہ بابرہمن رام رام جیسی کیفیت ہے۔

تقسیم کے بعد سارے بھارت میں ان کا ایک برائے نام مبلغ مولوی انعام الحق صاحب حیدر آباد میں مقیم تھے جن کو میں ہمیشہ کمیشن ایجنٹ کہا کرتا تھا۔ کیونکہ ان کا کام صرف پراسرار لنڈن لاہور سے کتابیں منگوا کر فروخت کر کے پیٹ پالنا تھا۔ ان کو اشاعتِ اسلام یا تبلیغ سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اور بیچارے کرتے بھی کیسے۔ کیونکہ اگرچہ بقول ایڈیٹر پیغام "بھارت کے پیغامیوں کی اکثریت جماعت احمدیہ قادیان میں داخل نہیں ہوتی تھی۔ مگر چندہ تو اتنا بھی نہیں ہوتا تھا۔ کہ ایک مبلغ کا معمولی گذارہ بھی چل سکے۔ البتہ مولوی صاحب مرنے تک اس ٹوہ میں ضرور لگے رہتے تھے۔ کہ ان کو علم ہو سکے کہ کوئی نیا احمدی ہوا ہو اور وہ ان کو فوراً زہریلا لٹریچر جو لاہور سے منگواتے تھے بھجوا دیں۔ چنانچہ سارے بھارت میں پیغامیوں کے اس برائے نام واحد "مبلغ" کے ذریعہ جو ترقی ہوئی اس کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ وفات کے بعد ان کو اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔ اور اب ان کی بیوہ جن حالات سے گذر رہی ہے۔ اس کا اندازہ میاں دوست محمد صاحب "پیغام بلڈنگ" کے دفتر سے کیونکر لگا سکتے ہیں۔ بلکہ خدا کی قدرت ان کی بیوہ قادیان میں مقیم "خادمان محمود رضی اللہ تعالیٰ" کے تعاون اور مدد کی محتاج ہے۔ ان کے اس واحد مبلغ کی یہ حالت تھی کہ حیدر آباد میں احمدیہ جوبلی ہال میں جب کوئی تقریب جلسہ مجلس مذاکرہ یا مناظرہ ہوتا تو مولوی صاحب میرے پاس شکوہ کرتے کہ آپ مجھے کیوں نہیں بلاتے۔ تو میں ان کو ہمیشہ یہی جواب دیتا کہ یہ جلسے ماننے والوں یا انکار کرنے والوں کے لئے ہیں آپ بتائیے نہ آپ ماننے والوں میں ہیں نہ انکار کرنے والوں میں ہم آپ کو کس زمرہ میں شمار کرتے ہوئے بلایا کریں۔

حیدر آباد دکن میں شروع شروع میں بعض خاندان خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے پیغامی ٹولہ کے ساتھ وابستہ رہے۔ مگر آہستہ آہستہ خدا کے فضل سے وہ سارے کے سارے جماعت احمدیہ قادیان میں داخل ہو گئے۔ اگر پیغامیوں کے مرکز میں کوئی ریکارڈ ہے۔ تو ایڈیٹر صاحب پیغام کو حضرت مولوی مومن حسین صاحب مرحوم (مومن منزل سعیدہ باغ) کے خاندان کا نام ملے گا۔ کہ وہ اور ان کے اکثر رشتہ دار کئی سال تک پیغامیوں میں شامل تھے۔ مگر خدا کے فضل سے اب وہ سارے کے سارے معہ رشتہ داروں کے جماعت احمدیہ قادیان میں شامل ہو چکے ہیں۔ حضرت مولوی مومن حسین صاحب مرحوم مغفور اپنی زندگی میں جلسہ لاہور کے واقعات سنا سنا کر ان لوگوں کی قابلِ رحم حالت کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ اور اب ان کے بڑے صاحبزادہ محترم احمد حسین صاحب جماعت احمدیہ حیدر آباد کے نائب امیر ہیں اور یہ سارا خاندان خلافت احمدیہ اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دلدادہ شیدا ہے۔ اس خاندان کے افراد کی تعداد قریباً ۵۰ نفوس پر مشتمل ہے اور مولوی دوست محمد صاحب کی اطلاع کے لئے تحریر ہے۔ کہ نہ صرف اس وقت کے پیغامیوں کی اکثریت بلکہ حیدر آباد اور سکندر آباد میں جس قدر پیغامی تھے وہ سارے کے سارے خلافت احمدیت سے وابستہ ہو چکے ہیں یہ اس جگہ کا نقشہ ہے جہاں پیغامیوں کا بقول ان کے باقاعدہ مبلغ تھا۔ اور یہی ایک مقام تھا جہاں لاہور سے باقاعدہ لٹریچر آتا تھا۔

ان کے علاوہ پیغامیوں کے ایک اور سرگرم ممبر جناب عمر دین صاحب شملوی بمبئی میں مقیم تھے۔ جن کو ان کی منافقانہ کارروائیوں کی وجہ سے اخراج از جماعت کی سزا بھی ہوئی تھی۔ وہاں بھی بقول مولوی دوست محمد صاحب ان کی اکثریت جماعت احمدیہ قادیان میں شامل نہیں ہوئی تھی۔ اور ان کے مخلص محبّوں کے گروہ کی یہ کیفیت تھی کہ شملوی صاحب کی وفات کے وقت ان کو اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔ اور آخر بمبئی کی میونسپلٹی کے سپرد ان کی تدفین وغیرہ ہوئی۔ اور خدا تعالےٰ کے قہری ہاتھ نے ان کا ایسا صفایا کیا کہ اکثریت تو ایک طرف اب اس فتنہ کا نام لینے والا بھی وہاں کوئی نہیں۔

مدراس میں محترم مکرم محمد کریم اللہ صاحب نوجوان اور ان کا خاندان پہلے لاہوری جماعت میں شامل تھا۔ اور اس وقت پیغام صلح میں ان کے متعلق جس رنگ میں تعریفی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں ممکن ہے ایڈیٹر صاحب پیغام بھول گئے ہوں (کیونکہ دروغ گو را حافظہ نہ باشد) وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مگر اب جب خدا کے فضل سے یہ غیور اور دین کا درد رکھنے والا مجاہد مرکز قادیان سے وابستہ ہوتے ہوئے خلافت حقہ کی اطاعت کو اپنا

جزوایمان سمجھنے لگا ہے۔ تو ایڈیٹر صاحب پیغام کے نزدیک چونکہ لاہور سے ان کا گزارہ بند ہو گیا تھا اس لئے وہ الگ ہو گئے۔ سچ ہے الانسان یقیس علیٰ نفسہ تو کیا ہم یہ خیال کرنے پر حق بجانب نہ ہوں گے کہ کل کو خود میاں دوست محمد صاحب گزارہ بند ہونے پر مولوی صدرالدین صاحب کی امارت سے انکار کر دیں گے؟

وہ جماعت سچا ہے جناب کو تبلیغی جماعت کہتی ہو اس کے مرکزی اخبار کے ایڈیٹر کو دوسروں کے متعلق اس قسم کا کیچڑ اچھالنے سے قبل اپنے گریبان میں جھانک لینا چاہیئے۔ ہم گزشتہ ۵ سال سے محمد کریم اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار آزاد نوجوان کو جانتے ہیں۔ خدا کے فضل سے نہایت ہی مخلص اور تبلیغ احمدیت کا جوش اپنے اندر رکھنے والے ہیں۔ اور ہر مجلس میں احمدیت کی ایک ننگی تلوار ثابت ہوتے ہیں۔ محمد کریم اللہ صاحب نوجوان ایسے غیور دوست کے متعلق "پیغام صلح" کا یہ لکھنا کہ وہ ان سے "فرض گزار" کی وجہ سے وابستہ تھے پیغامیوں کی اپنی اندرونی تصویر کا انعکاس ہو گا۔

ہم آج میاں دوست محمد صاحب کو بتلاتے ہیں کہ آزاد نوجوان مدراس آپ کے ٹولے سے کیوں متنفر ہوئے۔ جب مولوی صدرالدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب آپس میں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا تھے۔ اور وہ تمام ہتھکنڈے جو بانی فتنہ پیغامیت نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس ذریت کے خلاف اختیار کئے تھے اور اس الٰہی سلسلہ میں انتشار پھیلائے گئے۔ یہ جس جس قسم کی سازشیں کی تھیں قدرت کا انتقام دیکھئے ان کی زندگی کے آخری ایام میں مولوی صدرالدین اینڈ کو نے اپنے امیر مولوی محمد علی صاحب کے خلاف ویسی ہی سازشیں کرنی شروع کیں۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے لاہور کے اپنے اس مخلص مرید سے تنگ آکر جماعت کے خاص خاص دوستوں کے نام چٹھیاں بھجوائیں اور اس وقت ان خاص دوستوں میں سے ہمارے محترم مولوی محمد کریم اللہ صاحب نوجوان مدراس بھی تھے۔ ایڈیٹر پیغام کو یاد ہو گا کہ مولوی محمد علی صاحب نے اپنے مخلصین کو نصیحت کی تھی کہ ان کے جنازے کو مولوی صدرالدین صاحب ہاتھ نہ لگائیں۔ مگر میاں دوست محمد ایسے خالص محبوں کے گروہ نے اس نصیحت پر جس رنگ میں عمل کیا وہ پیغامیوں کی تاریخ کا ایک المیہ ہے

چنانچہ اطاعت اور عقیدت کا نظارہ دیکھئے کہ اسی شخص کو امیر مقرر کر دیا جس کے متعلق ان کے پہلے امیر یہ وصیت کر گئے تھے کہ یہ میرے جنازے کو ہاتھ نہ لگائے۔

مجھ کو کیا شکوہ ہو تم سے کہ میرے دشمن ہو
تم یونہی کرتے چلے آئے ہو جب پیروں سے
(کلام محمود)

اصل میں الٰہی تقدیر ایک طرف تو مولوی محمد علی صاحب کو آخری ایام میں یہ نظارہ دکھلانا چاہتی تھی کہ الٰہی سلسلہ میں انتشار کا کیا پھل ملتا ہے اور دوسری طرف یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ بظاہر یہ چند افراد اکٹھے معلوم ہوتے ہیں لیکن قلوبہم شتیٰ والا معاملہ ہے بلکہ اگر ان میں سے ہر ایک کی زندگی کا تجزیہ کیا جائے تو ثابت ہو گا کہ ان میں سے ہر ایک در پردہ خلافت کا امیدوار تھا۔ اور یہی امید بر نہ آنے کی وجہ سے یہ خدا کے مسیح کے دائمی مرکز کو چھوڑ کر لاہور جا بیٹھے۔ اور وہاں جا کر خلیفہ بننے کی حسرت کو پورا کرنے کے لئے ساری عمر ہاتھ پاؤں مارتے رہے۔ مگر جس جگہ امیدوار زیادہ ہوں بھلا وہ دوسرے کو کیوں یہ مقام حاصل کرنے دیتے چنانچہ مولوی صدرالدین صاحب نے جب یہ دیکھا کہ انگلش قرآن کی Royalties بھی اب نصیب نہیں ہو گی۔ تو وہ بھی میدان میں آ نکلے اور ان کے بعد جو ہوا وہ کسی پیغامی دوست سے پوشیدہ نہیں۔ چنانچہ جب پیغامی ڈرامہ کے اس سین سے پردہ اٹھا تو محمد کریم اللہ صاحب آزاد نوجوان نے کیا دیکھا۔ کہ وہ جو ساری عمر "مقام خلافت" پر بحث کرتے آئے ہیں اصل میں سارے ہی خلافت کے امیدوار تھے۔ اور تاریان میں ناکامی کے بعد انہوں نے یہ الگ اڈہ قائم کیا تھا جس کی وجہ سے ہمارے نوجوان اُن سے متنفر ہو کر مسیح محمدی کے دائمی مرکز سے وابستہ ہو گئے اور نہ صرف اکیلے بلکہ اپنے رشتہ دار بہن بھائی تمام کے تمام بیعت خلافت میں آ گئے۔ اگر ان کے خاندان کی فہرست دی جائے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس وقت شاید بھارت کے سارے پیغامیوں کے مقابلہ پر پھر بھی زیادہ ہوں گے چنانچہ نوجوان صاحب کی بیعت خلافت میں آنے کے بعد علاقہ مدراس میں اللہ تعالیٰ نے ان کا بنایا کر دیا۔

مجھے سوائے کشمیر کے بھارت کے تقریباً تمام صوبوں میں تبلیغی اور تربیتی دورہ کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اندر ہی اس کا علم۔ شاید ہوں کہ کسی صوبہ میں کسی جگہ بھی پیغامیوں کی کوئی باقاعدہ جماعت نہیں۔ البتہ جنوبی ہند کے علاقہ میسور میں صرف ایک جگہ ہبلی تھی جہاں تھوڑے

بہت منتشر الحال چند پیغامی خاندان موجود تھے اور وہ بھی یاد رہے کہ کسی پیغامی مبلغ کے ذریعہ داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ مولوی عبداللہ تیماپوری اور صدیق دیندار (جن دونوں کا دعویٰ مہدی اور مصلح موعود ہونے کا تھا) کے ذریعہ چند سادہ لوح خاندان ان کے قریب آئے تھے جو بعد میں باہمی خانگی اختلافات کی وجہ سے عبداللہ تیماپوری۔ صدیق دیندار اور لاہوری گروہ میں بٹ گئے۔ چنانچہ جب ۱۹۵۲ء میں سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے خاکسار کو وہاں جانے کا حکم دیا تو اس وقت وہاں صرف ایک احمدی مولوی حمیدالدین صاحب تھے۔ چنانچہ اس کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے ان تینوں گروہوں سے دوست جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے اور اس وقت پیغامیوں کی اکثریت ہماری جماعت میں شامل ہوئی۔ چنانچہ جماعت احمدیہ ہبلی میں صرف پیغامیوں سے جو دوست احمدیوں میں شامل ہوئے ہیں ان کی فہرست درج ذیل ہے:-

(۱) ایچ۔ ایم منڈاسگر صدر جماعت احمدیہ ہبلی (۲) مکرم حکیم عبدالرحمٰن صاحب سابق ایڈیٹر کنڑی رسالہ شانتی سندیش (۳) مکرم عبدالنبی صاحب پردہ والے۔ (۴) مکرم دادابھائی صاحب مہرجی (۵) مکرم عبدالنبی صاحب رتناگری (۶) مکرم محمد ناصر صاحب حکیم نندگڑھ (۷) مکرم مصطفیٰ الکمال صاحب طبیب پلاٹ ہبلی (۸) مکرم محمد اقبال صاحب منڈاسگر (۹) مکرم عبدالسلیم صاحب کلیم ہبلی (۱۰) مکرم محمد صادق صاحب طبیب پلاٹ ہبلی (۱۱) مکرم بشارت احمد صاحب آف آدھونی (۱۲) مکرمہ تقی بو صاحبہ منڈاسگر (۱۳) مکرمہ زہرہ بیگم صاحبہ آدھونی (۱۴) محترمہ اہلیہ صاحبہ حکیم عبدالرحمٰن صاحب (۱۵) محترمہ اہلیہ صاحبہ دادابھائی مہرجی (۱۶) اہلیہ صاحبہ محمد ناصر صاحب نندگڑھ (۱۷) عابدہ بیگم صاحبہ منڈاسگر (۱۸) وحید النساء بیگم صاحبہ کلیم۔

مندرجہ بالا فہرست کے علاوہ ان خاندانوں سے تعلق رکھنے والے تقریباً ۲۰-۱ ایسے بچے بھی ہیں جن کی عمریں چودہ پندرہ سال کے اندر ہیں فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ اور اب خدا کے فضل سے ہاں ایک قربانی کرنے والی، مرکز قادیان سے دلی لگاؤ رکھنے والی اور مرکز قادیان کی ہر تحریک پر لبیک کہنے والی مخلص جماعت موجود ہے۔ مالی حالت اچھی نہ ہونے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے ان غریبوں میں خدمت احمدیت کا ایسا جذبہ رکھا ہے کہ

ان میں سے اکثر اپنی حیثیت سے زیادہ قربانی کر رہے ہیں۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے رشتے احمدی خاندانوں سے ہونے کی وجہ سے آئندہ پود کے اندر جماعت اور مرکز سے وابستگی دن بدن بڑھ رہی ہے۔ اس کے برعکس جو چند پیغامی وہاں رہ گئے ہیں۔ ان کی نسل آہستہ آہستہ غیر احمدیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکرین میں جذب ہوتی چلی جا رہی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

اگر ایڈیٹر صاحب پیغام سارے بھارت میں اس فتنہ کے حسرتناک انجام کو دیکھنا چاہیں۔ اور جہاں جہاں ان کی کبھی قبال اور باقاعدہ جماعت تھی اس کے آثار بچشم خود ملاحظہ فرمانا چاہیں تو ہم اپنی حکومت سے استدعا کر کے انکو ان مقامات کا ویزا بھی لے دینگے۔ تا شاید ان کو حق الیقین پیدا ہو سکے کہ اب اللہ تعالیٰ کے خالص محبوں کا کونسا گروہ بڑھ رہا ہے۔ اور کن کے نفوس و اموال میں برکت ہو رہی ہے۔

پس سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جو یہ فرمایا ہے کہ

"ہندوستان کے جتنے غیر مبائع تھے ان کی اکثریت بیعت کر کے مبائعین میں شامل ہو گئی ہے۔"

وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے لفظاً لفظاً درست ہے۔ اور اگر ایڈیٹر (پیغام) میں تھوڑا بہت خوف خدا ہے تو اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور اپنے حواریوں اور آریوں کی طرح الفاظ کی ایچ پیچ میں پڑ کر اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔ اور اپنے بھائیوں کو دھوکا میں نہ رکھیں۔

مزید تسلی کے لئے ہماری یہ تجویز ہے کہ ایڈیٹر صاحب پیغام فی الحال بوقت تقسیم بھارت میں پیغامیوں کی تعداد جماعت وار شائع کر دیں۔ اس کے بعد ہم سارے بھارت میں تقسیم کے بعد جو صرف پیغامیوں سے احمدی ہوئے ہیں ان کی تمام بنام فہرست شائع کر دیں گے اس کے بعد ناظرین خود اندازہ لگا لیں گے کہ امام جماعت احمدیہ کے اعلان پر پیغام بلڈنگ سے جو چیخ و پکار شروع ہوئی ہے وہ کہاں تک درست ہے۔

ایڈیٹر (پیغام) نہ معلوم کیوں اپنی سابقہ تاریخ کو بھول گئے ہیں۔ اور قدم قدم پر جو اللہ تعالیٰ نے سلسلہ احمدیہ کے مقابلہ پر ان کو ذلت کے نظارے دکھلائے ہیں اسے کیوں فراموش کر رہے ہیں۔ اصل میں انسان جب شیطان کے وسوسہ کے چکر میں آجاتا ہے تو بجز اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے اس سے نجات مشکل ہوتی ہے۔ اس فتنہ کے سرغنوں کی زندگیوں کا تجزیہ کر کے دیکھیں۔ ان میں سے ہر ایک کے دماغ میں انا خیر منہ کا بھوت سوار تھا جس کی وجہ سے یہ تختہ گاہ

(بقیہ دیکھیں صفحہ [illegible])

# نظام حیدرآباد کا انتقال ـــ اور نشانِ الٰہی کا ظہور

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب مولوی فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ حیدرآباد

سلطنتِ آصفیہ کا آخری حکمران ایچ۔ای ایچ دی نظام نواب میر عثمان علی خاں بہادر سلطان العلوم شہریار دکن دربار مورخہ ۲۴ر فروری دن کے ایک بج کر ۲۲ منٹ پر کچھ دن کی علالت کے بعد انتقال فرما گئے جوں ہی ریاست حیدرآباد کے ۸۱ ۴۸ سالہ سابق حکمران کی خبر آناً فاناً پورے شہر میں پہنچ گئی تو بلا امتیاز مذہب و ملت سب نے اپنے تمام کاروبار وغیرہ بند کر دیئے۔ حکومت آندھرا پردیش نے ایک دن سوگ منانے کا اعلان کرتے ہوئے تمام دفاتر اور مدارس وغیرہ میں تعطیل کر دی۔

دوسرے دن صبح ۹ بجے یہاں کی تاریخی مسجد مکہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جس میں کم و بیش دو لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس کے بعد پورے سرکاری و فوجی اعزاز کے ساتھ جنازہ کا جلوس نکالا گیا۔ جس میں پانچ لاکھ کے قریب افراد شامل ہوئے۔

اس طرح مسلمانوں کی ایک بہت بڑی ریاست کے آخری حکمران نظام دکن ہمیشہ کے لئے اس جہانِ فانی سے رخصت فرما گئے۔ آپ اس ریاست کے مطلق العنان تاجدار تھے۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے نتیجہ میں ہندوستان کے والیان ریاست کے مستقبل کے بارہ میں دستوری پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں۔ اور ریاست حیدرآباد کے حالات نے اس وقت نئی کروٹ لی۔ رضاکار فوجی تنظیم نے سر اٹھایا اور اُن کی سرگرمیوں کے باعث ریاست کے حالات دن بدن ابتر ہوتے گئے۔ بالآخر ۱۳ر ستمبر ۱۹۴۸ء کو ہندوستانی افواج ریاست کی حدود میں داخل ہو گئیں۔ اور اس طرح تاجدارِ آصفیہ مطلق العنان حکمران کی بجائے ریاست کے دستوری سربراہ بن گئے اور یہ عہدہ ختم ہونے کے بعد وہ خاموش زندگی بسر کرنے لگے۔

نواب میر عثمان علی خاں اپنے وقت کے سب سے زیادہ متمول سمجھے جاتے تھے لیکن اس سارے تموّل اور جاہ و جلال کے باوجود انہوں نے نہایت سادہ زندگی بسر کی۔ نہایت معمولی لباس زیب تن رکھا۔ انہیں خاکسار نے متعدد بار دیکھا ہے۔

مرحوم نے اپنے ایام حکمرانی میں بھی اور اس کے بعد بھی رفاہ عام کی خاطر بہت سے اچھے کام کئے۔ اور شاید اسی بناء پر ان کی میت کے جلوس میں لاکھوں سوگواروں نے بلا امتیاز مذہب و ملت شرکت کی حیدرآباد نے اس سے قبل جنازہ کا ایسا عظیم جلوس نہیں دیکھا ہو گا۔

اس جگہ مجھے نظام حیدرآباد کی زندگی کے حالات یا کارنامے بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ احمدیت کی صداقت اور پیشگوئی مصلح موعودؓ کی ایک شق جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا کی تصدیق مرحوم نظام کے وجود کے ذریعہ بتانا ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زندگی میں تین اہم شخصیتوں کو یا یوں کہیے کہ تین عظیم حکمرانوں کو باقاعدہ طور پر احمدیت کی طرف خصوصی دعوت دی یعنی امیر امان اللہ خاں فرمانروائے دولت مستقلہ افغانستان۔ ہز رائل ہائی نس پرنس آف ویلز ولی عہد حکومت برطانیہ اور نواب میر عثمان علی خاں سلطنت آصفیہ کے تاجدار و حکمران۔ یہ تینوں دعوت نامے کتابوں کی شکل میں علی الترتیب دعوت الامیر تحفۂ ویلز اور تحفۃ الملوک کے نام سے وسیع پیمانہ پر دنیا میں اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ ان دعوت ناموں کے بعد امیر امان اللہ خاں اور پرنس آف ویلز کا انجام دنیا دیکھ چکی ہے۔ اس جگہ اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس جگہ صرف نظام حیدرآباد کے انجام کے بارہ میں اجمالاً کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں

نظام حیدرآباد کے زیر حکومت علاقوں میں جن احباب نے احمدیت قبول کی اوائل میں انہیں بڑی بڑی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ اور ہر گھڑی اُن کی عزت و ناموس اور جان و مال خطرے میں تھے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہاں کے علماء و مشائخین اور حاکم ریاست کے حاشیہ بردار تھے۔ چونکہ اس طبقہ کو ہمیشہ سے الٰہی سلسلہ کے ساتھ بیر اور بغض رہا ہے اس لئے حیدرآباد کے احباب جماعت کو اس عنصر کی مخالفت کے نتیجے میں جن مصائب و آلام کا شکار ہونا پڑا ایک طویل داستان ہے۔ خود نظام حیدرآباد نے اپنے حاشیہ نشینوں اور عمائدین سلطنت کے زیر اثر آ کر احباب جماعت کو نماز ادا کرنے کے لئے مسجد کی تعمیر کی بھی اجازت دینے سے انکار کیا تھا۔

یہ وہ وقت تھا جبکہ نظام حیدرآباد کو اپنی ریاست میں شان و شوکت حاصل تھی۔ اور اُس زمانہ میں یہاں کسی قسم کے انقلاب کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ خدا کی منشاء کے تحت سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے مطبوعہ کتابی شکل میں ایک دعوت نامہ ارسال فرمایا جو تحفۃ الملوک کے نام سے شائع ہو کر منظر عام پر آ گیا حضورؓ نے اپنے اس مکتوب کی ابتداء میں مختصر الفاظ میں اپنا تعارف کرانے کے بعد فرمایا:۔

"مجھے یہ مکتوب لکھنے کی تحریک ایک رؤیا کی بناء پر ہوئی ہے۔ اور چونکہ رؤیا کا پورا کرنا بھی مومن کا فرض ہے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم رؤیا میں جناب تک ایک امر حق پہنچانے کی جو مجھے تحریک فرمائی ہے عالم بیداری میں اس تحریک کو پورا کروں اس مکتوب کو میں جو جناب کی رفعت شان اور عوام خلائق کی بہتری کے خیال سے چھپوا کر جناب کی خدمت میں ارسال کیا گیا ہے۔"

اس کے بعد حضور اقدسؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور احمدیت کی سچائی پر مشتمل ایک مبسوط اور مدلل مضمون تحریر فرمایا جس کے آخر میں نظام حیدرآباد کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"چونکہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ایک عظیم الشان دعویٰ ہے اور ہر ایک شخص کا جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے فرض ہے کہ اس پر غور کرے۔ اس لئے میں امید کرتا ہوں جناب اس پر ضرور پورے طور پر غور فرمائیں گے۔ اور جناب کو یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ جناب کے اعمال کا اثر صرف آپ کی ذات پر ہی نہیں پڑتا بلکہ آپ کی رعایا پر سے بہت سا حصہ آپ کے اعمال کی نقل کرتا ہے پس آپ کا ایک صداقت کو قبول کرنا صرف ایک ہی آدمی کا سچائی کو قبول کرنا نہیں ہے بلکہ ممکن ہے کہ اس کے ذریعہ ہزاروں کو ہدایت ہو اور ان سب کا ثواب آپ کے نام لکھا جائے گا اسی طرح آپ کا انکار صرف آپ کا انکار نہیں بلکہ وہ بہتوں کے لئے روک کا باعث ہو گا جس کے لئے جناب اللہ تعالیٰ کے حضور میں جواب دہ ہیں۔ کیونکہ اُس شہنشاہ کے سامنے بادشاہ اور گدا سب کو جوابدہ ہونا ہو گا۔ مجھے جو حکم دیا گیا تھا کہ جناب کی خدمت میں سلسلہ کے حالات عرض کروں میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں اور اب جناب کا اختیار ہے کہ خواہ اس نعمتِ عظمیٰ کو یعنی نائب خاتم النبیین کی اتباع کو قبول فرمادیں جو ساری دنیا کی بادشاہت سے بڑھ کر ہے اور خواہ رد فرما دیں۔

یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو اس مبارک زمانہ میں پیدا کیا ورنہ لاکھوں بزرگ اور علماء اور امراء اس بات کی حسرت کرتے ہوئے مر گئے کہ کسی طرح ان کو مسیح موعود کا زمانہ ملے۔ گو مسیح موعود فوت ہو چکے ہیں مگر اس کے دیکھنے والے موجود ہیں۔ پس یہ زمانہ غنیمت ہے وہ دن آتے ہیں جبکہ زبردست بادشاہ اس خدا کے مرسل کے سلسلہ میں داخل ہوں گے لیکن مبارک ہے وہ جو سب سے پہلے اس نعمت کو حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ کوئی زمانہ آئے گا جبکہ اپنی بادشاہتیں دے کر خواہش کریں گے کہ کہیں بھی وہ فضیلت حاصل ہو جائے جو مسیح موعود کے قریب کے لوگوں کو حاصل تھی ..................

.....میں نے ایک حکم کے ماتحت جناب کو مخاطب کیا ہے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ مجھے لغو حکم نہیں دیا گیا۔ ضرور ہے کہ جلد یا بدیر میری یہ تحریر کوئی عظیم الشان نتیجہ پیدا کرے گی جو اس

ملک کی قسمت میں ......

ایک حیرت انگیز تغیر پیدا کر دے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی باتیں لغو نہیں ہوتیں"۔

(تحفۃ الملوک صہ ۱۲۷-۱۲۵)

اس اقتباس کا آخری حصہ جسے ہم نے جلی قلم سے نمایاں دکھایا ہے نہایت صاف گاف الفاظ میں تاجدار دکن کو متوجہ کر رہا تھا کہ خدا تعالیٰ کے بندہ کا یہ مکتوب ریاست حیدر آباد میں ایک عظیم الشان نتیجہ پیدا کرے گا۔ ایسا نتیجہ جو اس ملک کی قسمت میں ایک حیرت انگیز تغیر کا باعث ہوگا۔

افسوس کہ نظام نے اس خدائی آواز کو ایک معمولی اور کمزور انسان کی بے حقیقت آواز سمجھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ آواز اس عظیم الشان انسان کی طرف سے بلند ہوئی ہے جس کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ اس کا نزول بہت مبارک اور جلال الہٰی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نظام حیدر آباد نے انتہا بے اعتنائی سے اس وجود کی برکات سے اپنے آپ کو اور اپنے ملک کو محروم کر دیا تھا۔ ضرور تھا کہ یہ سرزمین خدا کے جلال کا نمونہ دیکھتی چنانچہ ستمبر ۱۹۴۸ء کے بعد کی تاریخ بتاتی ہے کہ آخر وہی ہوا جس کا اظہار مذکورہ دعوت نامہ میں کیا گیا تھا۔

۱۳ ستمبر ۱۹۴۸ء کو نواب صاحب ..... جلالۃ الملک رہے نہ اعلیحضرت اور نہ تاجدار سلطنت آصفیہ بلکہ تاج شاہی بھی سر سے جاتا رہا۔ اور جب اُن کا آخری وقت آیا تو سرزمین دکن کے اخبارات نے اُن کی وفات پر جس قسم کی سرخیوں کے ساتھ اس خبر کو شائع کیا ان سے بھی جلال الہٰی کے ظہور کا پہلو نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ جیسا کہ اخبارں نے لکھا:-

"سلطنت آصفیہ کے آخری حکمران اعلیٰ حضرت حضور نظام کا انتقال"

"اعلیٰ حضرت نواب میر عثمان علی خان کی رحلت سے آصفی تاریخ کا روشن باب ختم ہو گیا"

"سلاطین سلف سب ہو چکے نذرِ اجل عثمان"

وغیرہ وغیرہ۔

الغرض تاجدار دکن اپنی سلطنت اور حکومت کے ساتھ خود بھی ختم ہو گئے مگر سرزمین پنجاب سے خدا تعالیٰ کا جو نشان ظاہر ہوا وہ ہمیشہ تازہ اور زندہ رہے گا اور ہمیشہ کے لئے عبرت اور موعظت کا سامان مہیا کرتا رہے گا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

# لازمی چندہ جات کی فرضیت

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ چندہ عام حصہ آمد اور چندہ جلسہ سالانہ جماعتی طور پر لازمی اور بنیادی چندے ہیں۔ اور سب سے مقدم چندے ہیں۔ کیونکہ اُن کی بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی ہے۔ اور ان میں باقاعدگی کے لئے حضور تاکید کرتے ہوئے یہاں تک فرماتے ہیں کہ

"جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے گا۔ اس کا نام سلسلہ بیعت سے کاٹ دیا جائے گا اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں۔ اس سلسلہ میں ہرگز نہ رہ سکے گا"

گویا تین ماہ تک چندہ نہ دینے والے کے متعلق حضور کا اسقدر سخت انذار ہے کہ وہ سلسلہ بیعت سے کٹ جاتا ہے۔ چہ جائیکہ جو شخص اس سے زیادہ کئی ماہ یا کئی سال سے چندہ کا تارک یا بقایا دار ہو۔ ایسا شخص اپنے متعلق خود غور کر سکتا ہے کہ ظاہری طور پر اگر کوئی شخص جماعت سے خارج نہ بھی ہو لیکن خدا تعالیٰ کے حضور اس کوتاہی کی پاداش میں اس کا نام سلسلہ بیعت سے کٹ جائے تو یہ امر اس کے لئے ارشادِ خداوندی خسر الدنیا والآخرۃ کے مطابق سخت نقصان کا موجب ہے۔

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رسالہ الوصیت میں جماعت کو تقویٰ اور مالی قربانی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

"میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اس حکم کو ٹال دیا ہے وہ عذاب کے وقت آہ مار کر کہے گا کہ کاش میں تمام جائداد کیا منقولہ اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دے دیتا اور اس عذاب سے بچ جاتا"

پس حضور کے اس ارشاد سے یہ ظاہر ہے کہ جو لوگ مال کی محبت کی وجہ سے مالی قربانی میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے وعدہ بیعت کو بھلا دیتے ہیں۔ اُن کو وہ مال و دولت جس کی خاطر اس عہد کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے نجات نہ دلا سکے گا۔ بلکہ یہی مال اس کے لئے عذاب کا ذریعہ بن جائے گا۔ گو یہ درست ہے کہ اس وقت جماعت کے سامنے مستقل چندوں کے علاوہ دیگر طوعی چندوں کی تحریکات بھی ہیں۔ اور یہ طوعی چندے خدا تعالیٰ کے خاص فضلوں کے جاذب بن سکتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ لازمی چندوں کو وہی فرضیت حاصل ہے جو کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے چلی آرہی ہے۔

پس ان لازمی چندوں کا تارک یقیناً خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہوگا۔ لازمی چندوں کی فرضیت کے متعلق حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:-

"تحریک جدید کو میں نے ابھی ضروری قرار دیا یہ لازمی بات ہے کہ اگر اس تحریک کا اثر پہلے کاموں کے خلاف پڑے تو پھر بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم ہر دلعزیز نئے کام کریں تو سلسلہ کو بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاتے رہیں گے"۔

مندرجہ بالا ارشاد کے پیش نظر احباب کرام اور عہدیداران جماعت کا فرض ہے کہ اس کے مطابق ان چندوں کی ادائیگی اور فراہمی کے لئے پوری توجہ اور کوشش سے کام لیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ احباب جماعت کو اپنی اس ذمہ داری کو صحیح طور پر پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

چونکہ موجودہ مالی سال کا آخری سہ ماہی گذر رہا ہے اس لئے جملہ احباب جماعت اور عہدیداران کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ وصولی بقایا لازمی چندہ جات اور ترسیل کی طرف فوری توجہ دیں۔

اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

## پیغامی فتنہ کا انجام

(بقیہ صفحہ ۶)

رسول سے رانذے گئے اور اس کے بعد خلافت حقہ احمدیہ کے مقابلہ پر جو اکھاڑہ انہوں نے تیار کیا۔ وہاں آپس میں جس قسم کی انہوں نے زور آزمائی کا نظارہ پیش کیا اس پر انشاء اللہ ایڈیٹر پیغام کی تسلی کیلئے کبھی آئندہ صحبت میں روشنی ڈالیں گے اب ہم اس سلسلہ میں تحدیث نعمت کے طور پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ سرزمین ہند میں "فتنہ پیغامیت" بالکل دم توڑ چکا ہے۔ اور اب خواہ ایڈیٹر پیغام مستعد رہا ہیں طفل تسلیاں دینے کی کوشش کریں خدا تعالیٰ کی اس فعلی شہادت کو بدل نہیں سکتے۔ آج سے کئی سال پہلے سیدنا حضرت مصلح موعود نے آپ لوگوں کے متعلق یہی تحدی سے فرمایا تھا ہے:

پھر بھی مغلوب رہو گے یونہی ہے تا یوم البعث
ہے یہ تقدیر خداوند کی تقدیروں سے
ماننے والے مرے بڑھ کے رہیں گے تم سے
یہ قضاء وہ ہے نہ بدلے گی جو تدبیروں سے

ایڈیٹر پیغام یاد رکھیں کہ وہ اس طرح وسوسہ اندازی سے اپنی تباہ حال اور گرتی ہوئی جماعت کو سہارا نہیں دے سکیں گے۔ اور نہ صرف بھارت بلکہ دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی ان کا طلسم ٹوٹ رہا ہے پیغام کے مضامین اس کی زندگی کے آثار پیدا نہیں کر سکیں گے بلکہ اس قسم کے سہارے دینا ایسے ہی ہے جیسے ایک گرتی ہوئی دیوار کی بنیادوں میں آتش فشاں مادہ ڈال دیا جائے جس کے پھٹنے سے وہ دیوار ریزہ ریزہ ہو جائے۔

پس اس قسم کی حیلہ سازیوں سے وہ تو کمزوریاں جو الہٰی نوشتوں کے مطابق ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور جن کی آپس میں کئی بار جوتیوں میں دال بٹی ہے اسمیں مضبوطی نہیں آسکتی اور امام جماعت احمدیہ کا یہ اعلان بالکل مبنی برحقیقت ہے کہ بھارت میں اس فتنہ کا شکار ہوئی اکثر سعید روحیں خلافت حقہ سے وابستہ ہو چکی ہیں اور باقی شاذ کے طور پر کہیں جو عبدالصمد جیسے ایک دو باقی ہیں ان کی عملی اور اعتقادی حالت دہریوں سے بدتر ہے اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے "مقبول" سے اس الہٰی سلسلہ کو محفوظ رکھے۔ آمین

قسط نمبر ۴

# جناب تاثیر کاشمیری کے چیلنج اور اعتراضات کا جواب

از مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل انچارج مبلغ علاقہ بہار مقیم مظفر پور

## وحی ولایت کی حقیقت

تاثیر صاحب حضرت اقدس کی ایک تحریر ازالہ اوہام سے اس طرح پیش کرتے ہیں:۔

"حسب تصریح قرآن کریم نبی اس کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرائیل کے ذریعہ حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی۔"

حضور کی اس تحریر میں "احکام و عقائد" کے الفاظ بالبداہت بتا رہے ہیں کہ اس جگہ "وحی نبوت" سے مراد تشریعی وحی ہے۔ سو جماعت احمدیہ کا یہی عقیدہ ہے کہ حضور کو تشریعی وحی نہ تھی۔ یہ تحریر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی ہے۔ جبکہ حضور اپنی نبوت کو محدثیت اور جزوی نبوت قرار دیتے تھے لیکن جب بعد میں کامل انکشاف ہو گیا تو حضور نے حقیقی نبوت کی اصطلاح کو تشریعی نبوت کے ساتھ ہی مخصوص رہنے دیا اور اپنی نبوت کو ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی کی اصطلاح تک محدود فرما دیا اور آئندہ محدث اور جزوی نبوت یا نبوت ناقصہ وغیرہ اصطلاحات کو اپنی نبوت کے لئے ترک فرما دیا۔ یاد رہے کہ تحریر بالا میں مہر نبوت ٹوٹنے کا جو تذکرہ ہے اس کا تعلق حضرت عیسٰے علیہ السلام کی آمد ثانی کے عقیدہ سے ہے نہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے۔ تاثیر صاحب اسی زمانہ کی ایک اور تحریر بھی اشتہار میں سے پیش کرتے ہیں:۔

"اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہوں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور بہ اتباع آنجناب اولیاء کو ملتی ہے۔ اسی کے ہم قائل ہیں۔"

اسی تحریر میں حضور نے جس وحی نبوت سے انکار فرمایا ہے اس کا جواب سطور بالا میں آگیا ہے۔ باقی رہی "وحی ولایت" سو حضور نے ان جملہ اولیاء کرام میں سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت نبوت کے مقام کو اپنے لئے مخصوص فرمایا۔ جس طرح دوسرے اولیاء امت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی تھے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی امتی تھے۔ فرق یہ ہے کہ انہی اولیاء کرام میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نبی ہیں اور باقی مجددین کرام نبی نہیں ہیں۔ یہ ایسا موقف ہے کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے علاوہ بزرگان امت کے کلام میں بھی اس کی بکثرت تصدیق موجود ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"ینزل ولیاً ذا نبوۃ
مطلقۃ یشرکہ
فیہا الاولیاء المحدثین
فہو منا وھو سیدنا"
(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۴۹)

یعنی حضرت مسیح علیہ السلام نازل ہوں گے تو ولی نبی ہوں گے نبوت مطلقہ کے ساتھ اور اس نبوت مطلقہ میں ان کے ساتھ خالص محمدی اولیاء بھی شریک ہیں پس وہ ہم میں سے ہیں اور ہمارے سردار ہیں۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"عیسٰے علیہ السلام ینزل
فینا حکماً من غیر
تشریع وھو نبیٌّ بلا
شکٍ"
(فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۵۷۰)

کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام ہم میں حکم ہو کر نازل ہوں گے بغیر نئی شریعت کے اور وہ بلاشبہ نبی ہوں گے۔

پس انبیاء الاولیاء کا مقام جو حضرت محی الدین ابن عربی امت میں جاری مانتے ہیں یہ نبوت مطلقہ کا مقام ہے جو ان کے نزدیک حضرت عیسٰے علیہ السلام کو بھی حاصل ہوگا یعنی کہ وہ نازل ہونے کے وقت بلاشبہ غیر تشریعی نبی قرار دیتے ہیں۔

اس موقعہ پر ایک ضروری نکتہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درود شریف کے ذریعہ درجہ نبوت کے پانے والے افراد امت کی نبوت مخفی ہے اور قیامت کو ظاہر ہوگی لیکن اس کے ساتھ ہی موصوف مسیح موعود علیہ السلام کا ان انبیاء الاولیاء سے ایک واضح امتیاز بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود کو "نبوۃ الاختصاص" حاصل ہوگی۔

(ملاحظہ ہو فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۴۹)

یہی وہ "نبوۃ الاختصاص" ہے جسے بخاری شریف میں اماکم منکم بتا کر مسیح موعود کو امتی قرار دیا گیا ہے۔ اور مسلم شریف میں چار مرتبہ مسیح موعود کو "نبی اللہ" قرار دیا گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "امتی نبی" کے مفہوم میں پیش کیا ہے جس کے متعلق چودہ سو سال میں صرف مسیح موعود ہی قرار پائے ہیں

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس "وحی نبوت" سے انکار فرمایا ہے وہ صرف "تشریعی وحی" ہے جس کا ثبوت خود حضرت اقدس کی تحریرات مندرجہ بالا سطور میں پیش کر دیا گیا ہے اور جس وحی ولایت کا اقرار فرمایا ہے وہ اولیاء امت کی وحی ہے جن میں سے صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی "امتی نبی" ہیں اور اس اعتبار سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وحی کو وحی نبوت قرار دیا ہے جس کا ثبوت چیلنج کے جواب میں پیش کر دیا گیا ہے اور یہ کہ ہر نبی ولایت کے تمام معنوں میں ضرور نبی ہوتا ہے۔

(لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ) اور اگر اعتبارات کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو حکمت باطل ہو جاتی ہے۔

## ایک سوال

مسئلہ ختم نبوت کی بحث ہم ایک سوال پر ختم کرتے ہیں۔

تاثیر صاحب! جماعت احمدیہ اور باقی غیر احمدی مسلمانوں کے مابین مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اصولی اتحاد ہے اور اختلاف محض شخصیت کی تعیین میں ہے۔ اسی طرح اس کے بالمقابل پیغامیت اور بہائیت کے مابین مسئلہ ختم نبوت میں اتحاد پایا جاتا ہے۔ اب آپ سے ہمارا یہ سوال ہے کہ مسئلہ ختم نبوت چونکہ ضروریات دین میں سے ہے۔ اس لئے آپ لوگ جماعت احمدیہ اور غیر احمدیوں کے اسلامی فرقوں کو ختم نبوت کا منکر قرار دیتے ہیں یا نہیں؟ اور یہ کہ ختم نبوت کے منکر کے متعلق آپ کا کیا فتوے ہے۔

اپنے ایمان کو ذرا پردہ اٹھا کر دیکھنا
مجھکو کافر کہتے کہتے خود نہ ہو جاؤ ہلاک
(مسیح موعودؑ)

## مماثلت نامہ

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اسی کی دی ہوئی توفیق سے جناب تاثیر صاحب کے اعتراضات اور چیلنج کے جواب سے ہم فارغ ہو گئے ہیں۔

آغاز مضمون میں پیغامیت اور بہائیت میں مسئلہ ختم نبوت کے اعتبار سے اتحاد بتایا گیا ہے۔ جناب تاثیر صاحب اور پیغامی حضرات اسے برا تو منائیں گے لیکن اسے حسن اتفاق کہیئے یا سوء اتفاق تصور کیجئے کہ ایک طرف تاثیر صاحب نے بہائیت کی گود سے نکل کر پیغامیت میں پناہ لی اور دوسری طرف جماعت احمدیہ پر مسئلہ ختم نبوت کو لے کر حملہ کر دیا۔ لہذا اس مماثلت کی ذمہ داری ہم پر عائد نہیں ہوتی بلکہ خود تاثیر صاحب کا قلم اس کا ذمہ وار ہے۔ پیغامیوں کو تو جماعت احمدیہ سے متعدد اختلافات ہیں۔ لہذا اگر تاثیر صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبشر اولاد اور اہل بیت کی مخالفت میں مضمون لکھتے تو ہمیں کچھ ضرورت نہ تھی کہ پیغامیت کی بہائیت سے مماثلت ثابت کرنے کی کوشش کرتے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام "اخرج منہ الیزیدیون" پیش کرکے پیغامیوں کی یزیدیوں سے مماثلت ثابت کر دیتے۔ بہائی لوگ تو اسلام کو منسوخ قرار دیتے ہیں لیکن یزیدی سب کے سب کلمہ گو تھے اور پیغامی حضرات اس بات کو اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ کلمہ گو مسلمانوں کی کیا قدر و منزلت ہوتی ہے۔

اور اگر تاثیر صاحب سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخالفت میں مضمون لکھتے تو اس صورت میں پیغامیت کی مماثلت یقیناً ضرور صدیوں کے سنی فرقوں سے قرار پاتی۔ کیونکہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شدید ترین مخالفت سنی فرقوں نے کی ہے اسی طرح حضور کے حسن و احسان پر

نظیر پسر موعود سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شدید ترین مخالفت پیغامیوں نے کی ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ سنیوں کے سب فرقے کلمہ گو ہیں۔

ایک مماثلت پیغامیت کو شیعہ فرقوں سے بھی ہے۔ وہ اس طرح کہ شیعہ حضرات خلفاء راشدین میں سے صرف حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ہی خلیفہ برحق مانتے ہیں اور باقی خلفاء کرام کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اسی طرح پیغامی حضرات بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاول کو خلیفہ برحق یقین کرتے رہیں۔ اور بعد میں آنے والے خلفاء عظام کو برا بھلا کہتے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ شیعہ حضرات سب کلمہ گو ہیں۔

البتہ ایک حد تک پیغامیوں کی مماثلت یہودیوں کے ساتھ بھی پائی جاتی ہے وہ اس طرح کہ پیغامی حضرات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بے باپ یقین کرتے ہیں۔ اور یہود نامسعود کا بھی کچھ کچھ ایسا ہی عقیدہ ہے۔ یہود اگرچہ کلمہ گو تو نہیں ہیں لیکن اہل کتاب ہیں اور بہا حیثیت سے اچھے ہیں۔

سنی فرقوں کے ساتھ پیغامی حضرات کو ایک اور بھی مماثلت ہے وہ اسی طرح کہ دور حاضرہ کے سنی فرقے جس طرح انجمنوں کے سہارے زندہ رہنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی طرح پیغامی حضرات بھی خلافت کا انکار کرنے کے بعد انجمن کو ہی اپنا سب کچھ یقین کرتے ہیں۔ اور اسی پر بڑا ناز کرتے ہیں اسی کو خلیفہ یقین کرتے ہیں بلکہ خلیفہ سے بڑھ کر پیغامی حضرات کو جماعت احمدیہ کے ساتھ بھی مسئلہ "وفات مسیح" کے اعتبار سے ایک عظیم الشان مناسبت پائی جاتی ہے۔ افسوس کہ پیغامی حضرات وفات تک ہی جامد و ساکت ہو کر رہ گئے اور زندگی کی جانب قدم نہ بڑھایا۔ قدم تو ضرور اُٹھایا تھا۔ اور خلافت اولیٰ تک جماعت احمدیہ کا ساتھ بھی دیا۔ مگر پھر واپس لوٹ گئے۔ البتہ وفات مسیح کو بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا۔ ع

زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد

قرآن کریم اور احادیث میں مسیح موعود کی جماعت کو صحابہ کرام کا مثیل قرار دیا گیا ہے۔ اور صحابہ کرام کے دو ہی مخصوص اجماع ثابت ہیں۔ "وفات مسیح" اور "تقرر خلافت"

"وفات مسیح" میں تو پیغامی جماعت احمدیہ کے ساتھ ہی ہیں لیکن "تقرر خلافت" کو قبول کرنے کے بعد پھر انکار کر دیا۔ نیس یہی نکتہ ہے جو پیغامیت کو

کرشان کشان بیا تیرت تک لے گیا۔ ع

نقطہ کے ہیر پھیر نے خدا سے جدا کیا

اے ہمارے بچھڑے ہوئے بھائیو! جو آیت استخلاف کو بالفعل قبول کر لینے کے بعد پھر منکر ہو گئے ہو۔ اب تمہاری تعداد ہندوستان میں بہت تھوڑی رہ گئی ہے۔ آؤ اور ہمت سے کام لو۔ اور اس مقدس قافلہ کے ساتھ مل کر اپنے جوہر دکھلاؤ جو سوئے منزل رواں دواں ہے سد

آفتاب صبح نکلا پھر بھی سوتے ہیں یہ لوگ
دن کو روشن ہے مگر راتوں سے کرتے ہیں پیار
(مسیح موعودؑ)

مضمون کچھ لمبا ہو گیا ہے۔ اب ہم ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس تحریرات پر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

فرمایا:-

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ نبی کے نام پر اکثر لوگ کیوں چڑ جاتے ہیں جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہو گا۔ پھر خدا تعالےٰ نے اس کا نام نبی رکھ دیا تو حرج کیا ہوا"

(ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۱۸۰)

"یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ ہی یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو"

(ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

"اور خدا تعالےٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔ لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے اور محض افتراء کے طور پر ناحق کے اعتراض پیش کر دیتے ہیں" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۷)

وما علینا الا البلاغ المبین

# ابطال الوہیت مسیح علیہ السلام از روئے بائیبل

(بقیہ صفحہ اول)

اختصار سے تو کہا گیا ہے کہ یہ بتایا جائے کہ اگر مسیح خدا کا بیٹا تھا تو وہ ان سے کم نہ تھا وہ بھی ان کا ایک دوسرا بیٹا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں کسی کو ان میں سے دوسرے پر کوئی فوقیت اور امتیاز حاصل نہیں افسوس ہے کہ مکرم مدیر ہمائے آپ کی خدمت میں میرا سوال نامہ بھیجا مگر آپ نے اس سوال کا کچھ بھی جواب نہ دیا یہ سوال آپ کے مضمون سے تعلق رکھتا تھا اور آپ کے مضمون کو پڑھ کر بھیجا گیا تھا اگر قلمی جواب دینا آپ کی شان کے خلاف تھا تو مضمون کو الگ شائع کرتے وقت کتابچہ میں ہی دے دیتے۔ مگر آپ نے پرواہ نہ کی اور میرے سوال کو اپنی "بے اعتنائی" کے حوالے کر دیا۔ آپ کا یہ مضمون بائیبل کی تکذیب ہے یا اس کی لاعلمی۔ باقی رہا حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا معاملہ تو اس کا جواب میرے مضمون کے پہلے حصہ میں گذر چکا ہے۔ اول تو ان کے آسمان پر جانے کا کوئی ثبوت نہیں بحوشیہ پر ان کی عبارت میں آمد کا جلیبا جاگتا گواہ موجود ہے اور انسائیکلو پیڈیا والی ان کی بڑھاپے کی تصویر مزید سونے پر سہاگہ ہے کیا آپ ان تواریخی شواہد کو دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ ڈھول کا پول کب تک چھپائے چھپا رہے گا۔

آپ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کی خدائی کا کوئی ثبوت پیش کرنا چاہتے ہیں تو ان کا کوئی عملی خدائی کارنامہ پیش فرمائیں اور اس بات کا ثبوت دیں کہ حضرت مسیح خدا کے کاموں میں شریک ہیں اور اس کی صفات میں اس کے برابر و ہمسر ہیں۔ پادری صاحب موصوف نے مسیح کی پیدائش بن باپ کا مقصد قرآن کریم کی آیت ولنجعلہ اٰیۃ للناس ورحمۃ وکان امرًا مقضیا کو درج کر کے بتایا ہے کہ

"دونوں کتب سماوی (انجیل و قرآن) کے مطابق یہ تھا کہ دنیا میں ایک ایسا آیۃ اللہ رحمت اللہ پیدا ہو جو تمام دنیا کے انسانوں کے لئے حجت اللہ ثابت ہو (یوحنا ۹ : ۲۹-۴۱)

مگر پادری صاحب کو یہ یاد نہیں رہا کہ یہ رحمت اور آیت ہونا صرف حضرت مسیح سے خاص نہیں بلکہ یہ الفاظ حزقیل کے لئے بھی آئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ولنجعلک آیۃ للناس (بقرع ۳۵) ہم نے تجھے لوگوں کے لئے نشان بنانا چاہتے ہیں ایسا ہی حضرت

بانی اسلام علیہ السلام کے متعلق فرمایا وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین کہ ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت کا نشان بنایا ہے اور لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات کا موجب قرار دیا ہے بلکہ خدا تعالےٰ کی معرفت اور محبت کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا ہے چنانچہ فرمایا یضع عنھم اصرھم نیز فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کہ تو دنیا کے لوگوں کو سنا دے کہ اگر تم کو خدا تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ ہے تو آؤ میری پیروی کرو خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگ جائیگا میں انجیل کے ساتھ قرآن کریم کو خدا کا کلام تسلیم کرتے ہوئے صرف حضرت مسیح کے متعلق آیات کو لے لینا اور حضرت بانی اسلام علیہ السلام کے متعلق الٰہی مضامین کو نظر انداز اور ترک کر دینا بتاتا ہے کہ پادری صاحب کا مدنا الانصاف سے بہت بعید ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ پادری صاحب نے قرآن کریم کی کثیر آیات کو جو ان مضامین پر مشتمل ہیں نہیں لیا اور انکو نسیاً منسیا کر دیا ہے حضرت مسیح کے حق میں انا جیل کے بعض حوالے اور ایسا ہی قرآن کریم کے بعض حوالے لیکر انکو حضرت مسیح کے حق میں پیش کیا ہے مگر حضرت بانی اسلام علیہ السلام سے متعلق آیات کی پرواہ ہی نہیں کی۔ اور اس طرح یکطرفہ فیصلہ کر کے حقیقت کو ناظرین کرام کی نظروں سے اوجھل کر دیا۔ ایسی من مانی کارروائیوں سے پادری صاحب کو اپنا مدعا حاصل نہیں ہو سکتا۔

بہرحال ہماری قرآنی دلیل اپنی جگہ چٹان کی طرح مضبوطی سے قائم ہے اور کسی پادری کی مجال نہیں کہ وہ اسے ذرا بھی ہلا سکے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی فرضی خدائی پر کوئی معقول دلیل قائم کر سکے۔ اور ہمارا یوحنا کی انجیل سے پیش کردہ واضح حوالہ (باب ۱۰ نمبر ۳۲ تا ۳۶) بھی اپنی جگہ اٹل ہے اور پادری صاحبان کے عقیدہ پر کاری ضرب ہے پادری برکت اللہ صاحب اس کا کچھ بھی جواب نہیں دے سکے ہم منتظر ہیں کہ کوئی صاحب اس کے جواب میں قلم اُٹھائے جس صاحب کو تحقیق کا شوق ہو وہ خود یوحنا کی انجیل سے یہ حوالہ نکال کر مطالعہ کرے اور دیکھے کس طرح واضح الفاظ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کو یہ کہہ کر منہ بند کر دیا ہے کہ تمہارا میری سنگساری کی یہ وجہ بتانا سراسر ظلم ہے کہ میں نے خدائی کا کوئی انوکھا دعویٰ کیا ہے میرا اپنے متعلق اس قسم کا دعویٰ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ تمہاری کتاب مقدس میں خدا تعالیٰ کے دیگر کلمین کو خدا قرار دیا گیا ہے پس اگر وہ اتنا کہہ دینے سے خدائی کے دعویدار نہیں سمجھے گئے تو مجھے کیوں اس قدر کہہ دینے سے نعوذ دار قرار دے کر جان سے مارنا چاہتے ہو حضرت مسیح کا اشارہ بائیبل کے اس فقرہ کی طرف تھا کہ خدا نے کہا کہ تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو (زبور ۸۲ : ۶) پس حضرت مسیح کی کوئی خصوصیت و امتیاز

# وصایا

نوٹ:- وصیتیں منظوری سے پہلے اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی شخص کو کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ قادیان کو دی جائے ——— (سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان)

**وصیت نمبر ۱۳۱۸۴** :- میں معین الدین ولد محمد سراج علی خاں قوم پٹھان پیشہ زراعت عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۴۵ء ساکن رام سر ڈاکخانہ تاتارپور ضلع بھاگلپور صوبہ بہار بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۸/۶۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:-
میرے پاس اس وقت کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ دوسرے لوگوں کی زمین کاشت کرنے پر ہے جس کی سالانہ آمد تقریباً -/۱۸۰ روپے ہوتی ہے میں تازیست اپنی سالانہ آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد معین الدین نشان انگوٹھا موصی۔

گواہ شد عبد الحلیم ولد عبد الحکیم محلہ رام سر بھاگلپور ۷/۸/۶۶ — گواہ شد مرزا منور احمد درویش معاون ناظر بیت المال ۷/۸/۶۶

**وصیت نمبر ۱۳۱۸۶** :- میں کمال الدین ولد مرزا حسین صاحب قوم مسلمان پیشہ ملازمت سرکاری عمر ۵۴ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن حیدرآباد ڈاکخانہ خاص ضلع حیدرآباد دکن بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۴/۱/۶۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:-
میری جائداد غیر منقولہ اپنے بھائیوں کے ساتھ مشترک ہے جو ابھی تک تقسیم نہیں ہوئی۔ جب تقسیم ہوگی تو اس کی تفصیل سے مجلس کارپرداز کو اطلاع دوں گا۔ میری منقولہ جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ میرا گزارہ ماہوار تنخواہ پر ہے جو اس وقت -/۱۵۰ روپیہ ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میں تازیست اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا رہوں گا۔ میں آئندہ جو جائداد پیدا کروں گا یا جو جائداد تقسیم ہو کر مجھے بھائیوں سے ملے گی یا جو جائداد میری وفات کے وقت ثابت ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

العبد کمال الدین۔ بقلم خود ۴/۱/۶۶

گواہ شد فیض احمد گجراتی درویش قادیان ولد حافظ غلام غوث صاحب سیکرٹری بہشتی مقبرہ نزیل بمبئی ۴/۱/۶۶ — گواہ شد مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی۔ ۴/۱/۶۶

**وصیت نمبر ۱۳۱۸۷** :- میں محمد جعفر صادق ولد میر کلیم اللہ صاحب قوم احمدی پیشہ فارسٹ کنٹریکٹر عمر ۲۳ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن شیموگہ ڈاک خانہ شیموگہ ضلع شیموگہ صوبہ میسور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰/۱/۶۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائداد حسب ذیل ہے:-
شیموگہ میں زمین زرعی تقریباً سات ایکڑ ہے۔ مکان والد صاحب کے ساتھ مشترک ہے میں اپنی اس جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ زمین کی قیمت اندازاً سات ہزار روپیہ ہے۔ مکان کی نصف قیمت ۲½ ہزار روپیہ ہے علاوہ ازیں میرے دو عدد گڈس ٹرک بھی ہیں جن کی اس وقت قیمت اندازاً بیس ہزار روپیہ ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرا گزارہ گڈس ٹرکوں کی آمد اور کنٹریکٹر کے کام پر ہے جس سے مجھے اندازاً -/۱۵۰ روپیہ ماہوار آمد ہو جاتی ہے۔ میں اپنی اس آمد کے یا آئندہ جو آمد ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور انشاء اللہ ماہ بماہ حصہ آمد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میری وفات کے وقت میری جو جائداد ثابت ہوگی اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی سوائے اس کے کہ میں اس جائداد کا کوئی حصہ اپنی زندگی میں داخل خزانہ کروا دوں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد سید جعفر صادق موصی ۱۰/۱/۶۶

گواہ شد حکیم محمد الدین مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ شیموگہ۔
گواہ شد مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن الحق بلڈنگ نمبر ۱ کلب بیک روڈ بمبئی ۸

**وصیت نمبر ۱۲۵۲۰** :- میں پی۔ وی۔ احمد کویا ولد محمد صاحب قوم احمدی پیشہ جرنلسٹ عمر ۲۹ سال تاریخ بیعت ۱۹۶۲ء ساکن کالیکٹ ڈاکخانہ خاص ضلع کالیکٹ کیرالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۲/۶۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔
میری اس وقت کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو مجھے ملازمت کی صورت میں -/۵۰ روپیہ تنخواہ ملتی ہے۔ میں اس آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری وفات کے وقت میری جو جائداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد پی۔ وی۔ احمد کویا موصی ۲۴/۲/۶۶

گواہ شد کے۔ پی۔ آسو ولد ممتوں صاحب صدر جماعت احمدیہ کالیکٹ ۲۴/۲/۶۶
گواہ شد صدیق امیر علی صاحب ولد شیخ احمد صاحب ساکن موگرال حال وارد کالیکٹ ۲۴/۲/۶۶

**وصیت نمبر ۱۳۲۶۴** :- میں محمد فہیم ولد عبد الحفیظ مرحوم قوم مسلم پیشہ ملازمت عمر ۳۲ سال تاریخ بیعت ۴۳ ساکن کالپی ڈاکخانہ خاص ضلع جالون صوبہ یو۔ پی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۱۲/۶۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو ریلوے کی ملازمت میں مبلغ -/۲۱۵ روپے ماہوار ملتا ہے۔ میں اپنی موجودہ و آئندہ آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری وفات کے وقت میری جو جائداد ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میں اپنا حصہ آمد یکم مئی ۱۹۶۵ء سے ادا کروں گا۔ العبد محمد فہیم موصی

حال ملازم ریلوے کوارٹر نمبر ۹۲۰۸ اٹارسی ضلع ہوشنگ آباد ایم۔ پی
گواہ شد فیض احمد گجراتی ولد حافظ غلام غوث صاحب درویش قادیان حال وارد کانپور ۲/۱۲/۶۵
گواہ شد مرزا وسیم احمد ولد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد ساکن قادیان حال وارد کانپور ۲/۱۲/۶۵

**وصیت نمبر ۱۳۲۶۵** :- میں الگون بی بی زوجہ حنیف خان صاحب قوم پٹھان پیشہ خانہ داری عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن پنکال ڈاک خانہ نوا پٹنہ ضلع کٹک صوبہ اڑیسہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸/۱/۶۶ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔
میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے (۱) ۲۲ گونٹھ زرعی زمین جس کی موجودہ قیمت اندازاً -/۲۰۰۰ روپیہ ہے اس کے علاوہ سونا زیور ۱½ تولہ ہے جس کی قیمت -/۲۲۵ روپیہ ہے چاندی زیور ۱۲ تولے ہے جس کی قیمت -/۵۶ روپیہ ہے۔ اس طرح کل جائداد -/۲۲۸۱ روپیہ ہے۔ میں اس کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو اتنی رقم یا اتنی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔
اگر اس کے بعد کوئی جائداد اور پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

[illegible] الامانہ دستخط الگون بی بی بزبان اڑیہ

گواہ شد محسن خان احمدیہ مبلغ حلقہ کرڈاپلی اڑیسہ ۱۸/۱/۶۶ — گواہ شد جمعہ خان سیکرٹری مال جماعت احمدیہ [illegible] پنکال ۱۸/۱/۶۶

# خبریں

نئی دہلی ۱۲ر مارچ۔ پردھان منتری شریمتی اندرا گاندھی اور ان کی وزارت کے ممبروں نے آج راشٹرپتی بھون کے اشوکا ہال میں سادہ سی تقریب میں اپنے عہدوں کا حلف اٹھایا۔ آج شریمتی اندرا اور نائب وزیر اعظم شری مرار جی ڈیسائی کے علاوہ ۲۸ وزراء نے حلف لیا۔ جن میں ۱۳ راجیہ منتری کا تھے۔ تین وزراء ڈاکٹر کرن سنگھ جو جموں و کشمیر کے گورنر ہیں۔ ڈاکٹر تریگونا سین اور شری چنا ریڈی نے جو آندھرا کے وزیر خزانہ ہیں۔ آج حلف نہ اٹھا سکے۔ ڈاکٹر کرن سنگھ تقریب کے وقت موجود نہ تھے۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے گورنر کے عہدہ سے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا ہے اور امید ہے کہ وہ کل حلف لیں گے۔

آج سب سے پہلے پردھان منتری شریمتی اندرا نے جو ہلکے زرد رنگ کی ساڑھی زیب تن کئے ہوئے تھیں حلف لیا۔ ان کے بعد شری مرار جی ڈیسائی اور دیگر وزراء نے حلف لیا۔ تقریب کے موقعہ پر اعلیٰ افسر، ہند کا نگریس اور جرنلسٹ موجود تھے۔ شریمتی اندرا گاندھی مقررہ پروگرام سے سوا گھنٹہ بعد صبح ۱۰ بجے پہنچیں اور راشٹرپتی کو وزارت کی فہرست پیش کی۔ وہ کچھ عرصہ راشٹرپتی کے ساتھ رہیں۔ پھر حلف لینے کی رسم میں شامل ہونے کے لئے اشوکا ہال چلی گئیں۔ آج نئی مرکزی وزارت میں محکموں کی بھی تقسیم کا اعلان کیا گیا۔ اس میں کچھ ردوبدل کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جاتا۔ سابق وزارت کے تین وزراء کو شامل نہیں کیا گیا ان میں وزیر قانون شری پاٹھک اور وزیر صحت شری سوشیلا نائر شامل ہیں۔ ڈاکٹر کرن سنگھ اور شری چنا ریڈی لوک سبھا یا راجیہ سبھا کے ابھی ممبر نہیں ہیں۔ ۱۴ راجیہ منتریوں میں ۱۰ لوک سبھا اور چار راجیہ سبھا کے ممبر ہیں۔ راجیہ منتریوں میں ڈاکٹر ایس چندر شیکھر مشہور سائنس دان ہیں اور راجیہ سبھا کے ممبر ہیں۔

نئی دہلی ۱۳ر مارچ نئی مرکزی وزارت کا سیاسی حلقوں میں ملا جلا سواگت ہوا ہے پرجا سوشلسٹ پارٹی کے جنرل سیکرٹری شری پریم بھسین نے کہا کہ نوجوان چہرے لانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن نئی وزارت کانگرس پارٹی میں مختلف عناصر کی موجودگی کی نوعیت کی برابر آئینہ داری کرتا ہے۔ اس لئے اس میں وہی خامیاں بنی رہیں گی جو پہلے بدنظمی اور دیش کو درپیش مسائل سے نپٹنے میں کانگرس کی ناکامی کے لئے ذمہ دار تھیں۔ اس سے کانگرس کا زوال رک نہ سکے گا اور نہ ہی وہ اپوزیشن طاقتوں کی یلغار کا سامنا کر سکے گی اور اس بارہ میں بھی کم شبہ ہے کہ یہ زیادہ مستحکم وزارت ثابت ہوگی۔ اگر وسط مدتی مدت کے چند سال وسال کے اندر ہو جائیں تو مجھے حیرانی نہ ہوگی۔

لدھیانہ ۱۳ر مارچ۔ پنجاب کے مکھیہ منتری شری گورنام سنگھ نے کل رات یہاں ایک انٹرویو میں کہا کہ ان کی وزارت میں توسیع بجٹ سیشن کے بعد ہوگی۔ آپ نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ متحدہ محاذ کی تال میل کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ اناج خریدنے کی تجارت حکومت سنبھال لے گی۔ میری حکومت یہ دیکھے گی۔ کہ اس سفارش کو عملی جامہ پہنانے سے اناج کا کوئی بھی موجودہ ڈیلر بے کار نہ ہو جائے۔ آپ نے کہا کہ ہم پنجاب کو ایک شاندار صوبہ بنانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ جہاں ہر پنجابی باشندہ محسوس کرے کہ پنجاب اسی کا ہے۔

فیروزپور ۱۲ر مارچ۔ آج یہاں پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر شری سورج بھان نے امید ظاہر کی۔ کہ پنجاب، ہریانہ اور ہماچل کے کالج ٹیچر یکم اپریل سے یونیورسٹی امتحانات کا بائیکاٹ کرنے کا انتہائی قدم نہ اٹھائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اگر کالج ٹیچر بائیکاٹ کرنے کے عزم پر قائم رہے تو ہو سکتا ہے کہ یونیورسٹی امتحانات کو ملتوی کر دے۔ شری سورج بھان نے آج یہاں نامہ نگاروں کے ساتھ بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ گذشتہ مہینوں سے پنجاب میں سیاسی استحکام نہیں ہے۔ اس لئے کالج ٹیچروں کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے متعلق کوئی تسلی بخش یقین دہانی نہیں مل سکی۔ کالج ٹیچرز یونین کو پنجاب اور ہریانہ کی نئی سرکاروں سے رجوع کرنا چاہئے۔ جو کہ اپنے آپ کو مستحکم ہونے کا دعوے کرتی ہیں۔ شری سورج بھان نے کہا کہ مجھے کالج ٹیچروں کے ساتھ پوری ہمدردی ہے میں چاہتا ہوں کہ ان کی تنخواہ سکیل یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی سفارشوں کی روشنی میں فوراً بڑھائے جائیں اگر کالج ٹیچروں نے امتحانات کا بائیکاٹ کیا تو اس سے جو صورت حال پیدا ہوگی تو اس سے یونیورسٹی نپٹے گی جب پوچھا گیا کہ اگر چنڈی گڑھ مرکز کے ماتحت کا علاقہ نہ رہا تو پنجاب یونیورسٹی کا کیا مستقبل ہوگا؟ شری سورج بھان نے جواب دیا کہ جب تک حالات یوں کی توں رہے گی اس وقت تک پنجاب یونیورسٹی پنجاب اور ہریانہ کے درمیان مشترکہ کڑی کے طور پر رہے گی

سوئیکارنوپور ۱۳ر مارچ۔ کل رات جنرل سہارتو نے انڈونیشیا کے قائمقام صدر کے طور پر حلف لے لیا۔ انہیں عوامی کانگرس کے چیئرمین جنرل ناسوشن نے حلف دلایا۔ جنرل سہارتو نے اپنے حلف میں کہا کہ وہ کانگرس کے ۳۳ ویں فیصلہ کے مطابق اپنی ذمہ داریاں نبھائیں گے اور ۱۹۴۵ء کے آئین کی پابندی کریں گے۔ کانگرس کے ۳۳ فیصلہ میں قرار دیا گیا تھا۔ صدر سوئیکارنو اپنی آئینی ذمہ داریاں نبھانے میں ناکام رہے ہیں اس لئے انہیں تمام اختیارات سے محروم کیا جاتا ہے۔ اور کانگرس ان کی جگہ جنرل سہارتو کو نئے صدر کے انتخاب تک قائمقام صدر نامزد کرتی ہے۔ اور ڈاکٹر سوئیکارنو کو تا اختتام ٹرم سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے ممانعت کرتی ہے۔

نئی دہلی ۱۳ر مارچ۔ نئی مرکزی وزارت میں سب سے زیادہ عمر شری مرار جی ڈیسائی جن کی عمر ۷۰ سال ہے اور سب سے چھوٹے ڈاکٹر کرن سنگھ ہیں جن کی عمر ۳۶ سال کی ہے۔ جن کی عمر ۴۰ اور ۵۰ سال کے درمیان ہے ان میں شریمتی اندرا گاندھی (۴۹ سال) شری دنیش سنگھ (۴۱ سال)، ڈاکٹر رام سبھاگ سنگھ (۴۹ سال) اور ڈاکٹر چنا ریڈی ہیں۔ جن وزراء کی عمر ۵۰ اور ۶۰ سال کے درمیان ہے۔ شری سورن سنگھ، گوہنداسمین ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی۔ راؤ کے شاہ رسب کی عمر ۵۹ سال) ڈاکٹر تریگونا سین (۵۴ سال) شری اشوک مہتہ (۵۶ سال) سی۔ ایم۔ پوناچہ (۵۰ سال) شری جے سکھ لال ہاتھی (۵۸) ۶۰ اور ۷۰ سال کے درمیان جن وزراء کی عمر ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ شری جگجیون رام (۶۰ سال) شری ایم۔ سی چھاگلہ (۶۶ سال) شری ستیہ نرائن سنہا (۶۷ سال) شری فخرالدین علی احمد اور ڈاکٹر تریگونا سین (دونوں ۶۰ سال) نئی وزارت میں سات ڈاکٹر ہیں جن میں ۴ ڈاکٹر آف فلاسفی ہیں۔ وہ ہیں ڈاکٹر کرن سنگھ۔ شری رام سبھاگ سنگھ۔ ڈاکٹر وی۔ کے۔ آر۔ وی۔ راؤ ڈاکٹر تریگونا سین شامل ہیں۔ ڈاکٹر چنا ریڈی میڈیسن کے ڈاکٹر ہیں۔

فیروزپور ۱۲ر مارچ۔ آج یہاں رام سکھ داس کالج کے سالانہ انعامات کی صدارتی تقریر کرتے ہوئے پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر شری سورج بھان نے ٹیچروں سے پرزور اپیل کی کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کریں جس سے ان کی سوسائٹی میں عزت کم ہو۔ آپ نے کہا کہ وہ غلط رویہ اختیار کر کے اپنے طلباء کا مستقبل خراب کریں۔ قومی کیریکٹر کی تعمیر کے لئے ٹیچر اور طلباء کو سینئر اور جونیئر پارٹنرز کے طور پر کام کرنا چاہئے۔ اس وقت دونوں کے درمیان جو عارضی دیواریں ہیں ان کو بالکل مسمار کرنا چاہئے۔ اگر کوئی ٹیچر اپنے آپ میں علم سیکھنے یعنی طالب علم والا رجحان ختم کر دیتا ہے تو اس کو ٹیچر رہنے کا کوئی حق نہیں۔ طلباء کو اپنا ٹیچر خود ہونا چاہئے۔ یہ امر افسوسناک ہے ۲۰ سال کے بعد بھی گاندھی جی کا رام راجیہ خواب پورا نہیں ہوا۔

# ایک ضروری اعلان

**نظارت دعوت و تبلیغ قادیان**

جملہ مبلغین کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ ماہ اپریل کے بل سال مالی سال کا آخر ہونے کے باعث مورخہ ۲۰/۳ تک بذریعہ رجسٹری دفتر کو بھجوا دیئے جائیں۔ ڈاک خرچ کے علاوہ دیگر مدات کا خرچ پورے ماہ کا شمار کر لیا جائے۔ ڈاک خرچ جو مورخہ ۲۰/۳ کے بعد ہوگا وہ اگلے ماہ میں ڈال لیا جائے۔

انچارج مبلغین کرام اپنے اپنے ماتحت مبلغین کو اس بات کی تاکید کریں کہ وقت کے اندر بل بھجوانے میں تساہل سے کام نہ لیا جائے۔ ورنہ اس کی ذمہ داری خود اس پر ہوگی۔ ہر مبلغ کا فرض ہوگا کہ اگر دوران سال کا کوئی بل قابل وصول ہے تو اس کی یاددہانی مع اس سے متعلقہ دفتر کی منظوری یعنی جس منظوری کی بناء پر سفر اختیار کیا گیا تھا کا حوالہ بھی ساتھ بھجوائیں۔ دفتر کی ایسی منظوری نہ ہونے کی صورت میں کوئی بل قابل ادائیگی نہ ہوگا مبلغین کرام کو اس مضمون کی الگ الگ چٹھیاں بھی بصیغہ رجسٹری لکھ دی گئی ہیں۔ تاہم بذریعہ اعلان ہذا سب مبلغین کو اطلاع دی جاتی ہے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان